((كشف الشبهتين))



الشیخ سلیمان بن سحمان آل الشیخ رحمہ اللہ

ترجمہ: ابو علی السندی حفظہ اللہ



((کشف الشبہتین))



الشیخ سلیمان بن سحمان آل الشیخ رحمہ اللہ

ترجمۃ: ابو علی السندی حفظہ اللہ



اخوانکم فی الاسلام:

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

Website: http://muwahideen.co.nr/

Email: salafi.man@live.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینه ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا وسیّأت اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل له ومن یضلل فلا ھادی له واشهد ان لااله الا اللہ وحدہ لاشریك له واشهد ان محمدا عبدہ ورسوله صلی اللہ علیه وآله وصحبه وسلم تسلیما کثیرا امابعد۔

سرزمین عمان کے ساحل پر سکونت پذیر بعض بھائیوں کے بارے میں ہمیں یہ خبر پہنچی کہ ان میں کچھ لوگ جہمیہ ،اباضیہ اور قبرپرستوں کے مذاہب وعقائد کی طرف داری اور ان کی پیروی کرنے اور حمایت میں اسلام اور اہل اسلام سے عداوت میں مصروف ہیں اور بات بھی بیان کی گئی کہ کچھ وہ لوگ جن کو اہل علم کہاجاتاہے وہ ان کی حمایت اور ان کے دفاع میں لگے ہوئے اور ان کی سرپرستی اور ان سے دوستی بھی رکھتے ہیں اور ان کا ان کے پاس خوب آناجانا تحفے تحائف لینا دینا ہے ان کی نمازیں پڑھنا ان کے ذبیحے کھاناوغیرہ ان میں عام ہے۔

یہ جہمیہ جو سرزمین عمان کے ساحل پر رہتے ہیں قدیم زمانہ سے ان کی شہرت ہے اور ان کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ جہمیت کے علمبردار ہیں اسی طرح اباضیہ بھی اس ساحل پر معروف ہیں اور لوگوں کو ان کے بارے میں مکمل علم ہے۔ چنانچہ ہم بعض بھائیوں سے خط وکتابت کے ذریعے ان علم کے طلباء کے بارے میں پوچھا جن کے بارے میں ہم اچھا گمان کرتے تھے اور وہ ان جہمیہ وغیرہ سے دوستیاں رکھتے تھے ان کا دفاع کرتے تھے چنانچہ ہمیں ان کے بارے میں اچھا اور حوصلہ افزاء جواب نہیں ملا مگر پھر بھی ہم ان کو تکالیف پر صبر کی رغبت دلاتے رہے اور ان کو نصیحت کرتے رہنے کی تلقین کرتے رہے اور ان کو دعوت دینے میں نرمی اختیار کرنے کا ہی کہا اور ساتھ ساتھ ان کے لئے ہدایت کی دعائیں کا بھی کہا یہاں تک کہ ہم نے ان کا ایک رسالہ دیکھا جس کو عبداللہ غزنوی کی اولاد میں سے کسی غزنوی نے طبع کرایا تھا اور اس کی نسبت یوسف بن شبیب الکویتی نامی شخص کی طرف کی گئی تھی یہ شخص علم ومعرفت ودرایت کے لحاظ سے قطعی معروف نہیں ہے اور نہ ہی اس کی شہرت روایت وغیرہ میں معروف ہے بلکہ اس کا طرز گفتگو خود اس کی جہالت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔اور یہ بھی کہا گیا کہ جس شخص نے اس کتاب میں اپنے علم ومعرفت کا اظہار کیا

ہے در حقیقت وہ کوئی اور شخص ہے۔ یہ مؤلف امام ابن تیمیہ سے منقول ہونے کا بھی دعویٰ کیا گیا تاکہ ان لوگوں کو دھوکہ دیا جائے جو محض عوام ہیں اور احکامات کی کوئی خاص معرفت نہیں رکھتے اور وہ یہ دھوکہ ہے کہ گویا امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جہمیہ فرقہ کے کافر ہونے اور شریعت اسلام سے خارج ہونے کے قائل نہیں تھے اور ان لوگوں نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ امام ابن تیمیہ کے یہ دلائل ان کے حق میں ہیں نا کہ ان کے خلاف۔ حالانکہ بات اس کے برعکس ہے جیسا کہ ہم آگے واضح کریں گے۔

ان کے کلام کا جواب دینے سے قبل ان کی غلط فہمیوں کو اور ان کا اہل علم کی گفتگو کو نہ سمجھنے کا تذکرہ ضروری ہے۔ جان لیجئے صفات باری تعالیٰ میں تعطیل کا عقیدہ دراصل یہود، مشرکین، اور گمراہ بے دین لوگوں کے شاگردوں سے آیا ہے کیونکہ سب سے پہلے اسلام میں یہ عقیدہ کہ اللہ حقیقت کے لحاظ سے عرش پر نہیں ہے اور لفظ استویٰ استولیٰ کے معنی میں ہے وغیرہ جعد بن درہم نے پھیلایا پھر اس سے یہ عقیدہ جہم بن صفوان نے لیا اور اس کی تبلیغ کی پھر فرقہ جہمیہ بھی اسی کی نسبت سے وجود میں آیا۔

محققین نے یہ بھی لکھا ہے کہ جعد بن درہم نے یہ عقیدہ ابان بن سمعان سے اور اس نے طالوت بن اخت لبید بن الاعصم سے اور طالوت نے لبید بن الاعصم یہودی سے یہ عقیدہ لیا تھا لبید ہی شخص ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا جعد بن درہم ارض حران سے تعلق رکھتا تھا اور وہاں لوگوں کی ایک بڑی تعداد بے دین (صابی) اور فلسفے کے متبعین پر مبنی تھی اور ان کے علاوہ باقی لوگ دین نمرود کے پیروکار اور کنعانیین تھے جن کے بارے میں متاخرین نے یہ لکھا ہے کہ وہ جادو کرتے تھے۔ نمرود صائبہ کلدانیوں کے بادشاہ کو کہا جاتا تھا جیسا کہ کسریٰ فارس اور مجوس کے بادشاہ کو اور فرعون مصر، نجاشی حبشہ کے بادشاہ کو کہا جاتا تھا گویا یہ اسم جنس ہے کسی خاص شخص کا نام نہیں ہے۔

اور صابی الا قلیل ورنہ اکثر مشرک تھے اور ان کے علماء فلسفے کے ماہر اور پیروکار تھے اگرچہ بعض صابئ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے بھی ہوسکتے ہیں لیکن اس وقت وہ صابیٔ کفار اور مشرک تھے اور وہ ستاروں کی پوجا کرتے تھے اور ان کی عبادت کے لئے ہیکل تعمیر کرتے تھے یہ لوگ اللہ کی صفات کی نفی یوں کرتے تھے کہ وہ اللہ کی صفات کو سلبی انداز میں لیتے تھے یا اس سے مرکب مانتے تھے انہی لوگوں کو سمجھانے کے لئے ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تھا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جعد بن درہم کا عقیدہ صائبہ اور فلاسفہ سے ماخوذ تھا۔

اسی طرح ابو نصر فارابی حران آیا اور اس نے تمام فلسفے کا علم صائبہ سے ہی حاصل کیا اور امام احمد کے بقول جہم بن صفوان نے بھی ان سے ہی فلسفہ پڑھا تھا۔ ہندوستان کے بعض فلاسفہ سے مناظرہ کرتے ہوئے ہی جو بعض حسی علوم کے سویٰ باقی تمام علوم کے منکر تھے چنانچہ اس سے پتہ چلا کہ جہم بن صفوان کی علمی سند یہود، صابئین اور مشرکین سے جا کر ملتی ہے۔ جب دوسری صدی میں یونانی اور رومی کتابوں کے عربی تراجم ہوئے تو مشکلات اور بڑھ گئیں اگرچہ شیطان لوگوں کے دلوں میں شروع ہی سے وسوسے اور گمراہی کی باتیں داخل کرتا رہاہے تیسری صدی میں یہ گمراہ کن نظریات جنہیں پہلے سلف جہمی عقائد کہہ کر پکارا کرتے تھے بشر بن غیاث المریسی اور اس کے حواریوں کی وجہ سے خوب پھیلے چنانچہ تمام بڑے آئمہ مثلاً مالک ،سفیان،ابن المبارک،ابویوسف،شافعی،احمد،اسحاق، فضیل بن عیاض، بشر الحافی رحمۃ اللہ علیہم وغیر ہم نے ان کی مذمت بھی کی اور ان کے نظریات کو گمراہ کن قرار دیا۔(ابن تیمیہ کا قول ختم)

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ ان کے نظریات در حقیقت (تعطیل)،(اللہ کی صفات کو معطل کرنا)اور تاویل (صفار باری تعالیٰ کے حقیقی معنی کو چھوڑ کر غیر حقیقی معنی مراد لیناہے پر مبنی ہے اور مشرکین صابئین (بے دین) یہود کے شاگردوں سے ماخوذ عقیدہ ہے تو کس طرح مومن کا دل یہ بات گوارا کر سکتاہے کہ وہ انعام یافتہ یعنی انبیاء صدیقین شہداء، صالحین کا راستہ چھوڑ کر ان گمراہ غضب یافتہ لوگوں کے راستے کو اپنائے۔ تو کیا کوئی مومن ایسا لوگوں کے دفاع کرنے کے بارے میں سوچے گا جو اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقے سے ہٹ کر اس کے دشمنوں کا راستہ اپنائے ہوئے ہیں جبکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں سے دور رہنے کا اور ان سے بغض و نفرت کا حکم دیاہے تو کوئی مومن کس طرح اپنے لوگوں کا ساتھ دے کر اپنا شمار بھی اللہ ورسول کے دشمنوں میں کرائے گا؟؟

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ اہل علم نے جہمیہ کے بارے میں کیا کچھ کہاہے تو یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہئیے کہ جہمیہ کا یہ مذہب ہے کہہ آسمان میں کوئی معبود نہیں جس کی عبادت کی جائے اور نہ کوئی چیز اس کی طرف چڑھتی ہے اور نہ فرشتے اور جبرائیل اس کی طرف چڑھتے ہیں اور نہ ہی عیسیٰ علیہ السلام اس کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (جسمانی) معراج ہوئی ہے اور وہ اللہ اپنی قدرت ومشیئت سے نہ کلام کرتاہے اور نہ وہ ہر رات آسمان دنیا پر رات کے تہائی حصے میں اتر کر یہ کہتاہے کہ کوئی سائل ہے جس کو میں عطاء کروں کوئی ہے مجھے پکارنے والا جس کی دعا قبول کروں کوئی استغفار کرنے والاہے جس کی میں مغفرت کردوں اور آخرت میں اللہ کا دیدار بھی نہیں ہوگا اور کوئی فعل لازمی طور پر اس کے ساتھ قائم نہیں ہو سکتا اور وہ اللہ نہ عالَم کے خارج میں ہے اور نہ

داخل میں (یعنی اس دنیا کے داخلی اور خارجی حصے میں) اور نہ وہ اس عالم سے متصل (ملا ہوا) اور نہ منفصل (جدا) ہے وغیرہ اس کے علاوہ بھی اور بہت سارے ان کے عقائد ایسے ہیں جو در حقیقت تعطیل اور اسماء وصفات کے انکار پر مبنی عقیدہ ہے اور یہی کفر والحاد صریح ہے نعوذ باللہ من موجبات غضبہ والیم عقابہ ہمیں اللہ کی پناہ مانگنی چاہیئے ان تمام چیزوں سے جو اس کے غضب کو دعوت دیں۔

ہم سب سے پہلے ان آئمہ کے اقوال بیان کرنا چاہیں گے جو ہمارے قائد، رہنما، نمونہ اور انبیاء کے حقیقی وارث ہیں اور رسولوں کے جانشین ہیں ہدایت کے مینار روشنی کے چراغ ہیں جن کے ذریعے کتاب اللہ قائم ہوئی اور کتاب اللہ کے ذریعے قائم ہوئے ان کی زبانی کتاب اللہ نے کلام کیا اور ان لوگوں نے کتاب اللہ کے ذریعے کلام کیا اللہ نے انہیں علم وحکمت کی ایسی دولت عطاء فرمائی جس کی بدولت یہ انبیاء کرام کے تمام متبعین پر غالب آ گئے کہاں وہ لوگ جن کے پاس کتاب کا کچھ علم نہیں اور اگر ان کے معارف کے حقائق وباطنیت کو دوسروں کی حکمت کے ساتھ جمع کر دیا جائے تو وہ بھی شرما جائیں۔

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: فقہ الاکبر میں ابو حنیفہ کے اصحاب میں یہ واقعہ مشہور ہے جو ابو مطیع بن عبد اللہ البلخی کی سند سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پوچھا فقہ اکبر (سب سے بڑی فقہ) کیا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ کبھی کسی کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر قرار نہ دو اور اس کی وجہ سے اس کے ایمان کی نفی نہ کرو امر بالمعروف نہی عن المنکر کرتے رہو اور یہ بات بھی آپ کے علم میں رہنی چاہیئے کہ جو چیز آپ کو پہنچ گئی ہے وہ آپ کو پہنچنی تھی اور جو نہیں پہنچی وہ نہیں پہنچنی تھی اور نبی علیہ السلام کے صحابہ میں سے کسی پر بھی تبرا بازی نہ کرنا اور ایسا بھی نہ کرنا کہ کچھ سے دوستی لگا لی اور کچھ سے دوستی نہ رکھی۔ یہاں تک کہ راوی کہتے ہیں کہ: ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہو کہ میں نہیں جانتا میرا رب آسمان میں ہے یا زمین پر ایسا شخص کافر ہے۔

کیونکہ اللہ فرماتا ہے۔

﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (طٰہٰ:5)

”رحمن عرش پر مستوی ہے“۔

اور اس کا عرش سات آسمانوں کے اوپر ہے۔ راوی کہتے ہیں میں نے کہا: اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ رحمن عرش پر مستوی ہے مگر ساتھ ساتھ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ عرش آسمان میں ہے یا زمین پر تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ بھی کافر ہے کیونکہ اس نے اللہ کے آسمان میں ہونے کا انکار کیا ہے کیونکہ اللہ اعلیٰ علیین میں ہے اور اس ذات کو پکارا جاتا ہے جو اوپر ہو نہ کہ نیچے والی ذات کو ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ میں نے ابو حنیفہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو یہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا اللہ آسمان میں ہے یا زمین میں تو آپ نے جواب دیا ایسا شخص کافر ہے کیونکہ اللہ فرماتا ہے ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾(طٰہٰ:5) "رحمن عرش پر مستوی ہے" اور اس کا عرش سات آسمانوں کے اوپر ہے۔ راوی کہتا ہے: اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ عرش پر مستوی ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتا عرش آسمان میں ہے یا زمین میں تو امام ابو حنیفہ نے کہا ایسا شخص بھی کفر کا مرتکب قرار دیا جائے گا کیونکہ اس نے اللہ کے آسمانوں میں ہونے کا انکار کیا۔

اس مشہور قول سے یہ پتہ چلا کہ امام ابو حنیفہ ایسے شخص کو کافر قرار دیتے تھے جو یہ کہتا ہو کہ میں یہ نہیں جانتا کہ میرا رب آسمان میں ہے یا زمین میں تو جو یہ کہتا ہو کہ اللہ نہ آسمانوں میں ہے اور نہ زمینوں میں ایسے شخص کے بارے میں ان کی کیا رائے ہو گی؟ امام ابو حنیفہ نے اپنے اس دعوی پر۔

﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾(طٰہٰ:5)

"رحمن عرش پر مستوی ہے"۔

سے استدلال کیا ہے اور انہوں نے کہا اس کا عرش آسمانوں پر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان

﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾(طٰہٰ:5)

سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور عرش پر ہے پھر امام ابو حنیفہ نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے اس شخص کا کفر ثابت کیا تو اللہ کے عرش پر مستوی ہونے تسلیم کرتا ہے مگر اس بات سے توقف اختیار کرتا ہے کہ عرش آسمانوں میں یا زمین میں کیونکہ اس نے اللہ کے آسمان میں اور اعلیٰ علیین میں ہونے سے انکار کیا ہے اور اس نے اس بات کا بھی انکار کیا ہے کہ اس ذات کو پکارا جاتا ہے جو اوپر ہو نہ کہ نیچے۔ امام ابو حنیفہ نے ایسے شخص کے کفر پر تصریح کر دی ہے جو اللہ کے آسمان میں ہونے کا انکاری ہو اور اس پر دلیل یہ دی ہے کہ اللہ اعلیٰ علیین میں ہے اور اس ذات کو پکارا جاتا ہے جو اوپر ہو نہ نیچے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے

شخص کے کفر پر تصریح کر دی ہے جو اللہ کے آسمان میں ہونے کا انکاری ہو اور اس پر دلیل یہ دی ہے کہ اللہ اعلیٰ علیین میں ہے اور اس ذات کو کو پکارا جاتا ہے جو اوپر ہو کہ جو نیچے ہو۔ اور یہ دونوں دلائل عقلی کے ساتھ فطری بھی ہیں کیونکہ فطری طور پر دل اس بات پر مجبور ہے کہ وہ اقرار کرے کہ وہ بلندی میں ہے اور دعا اس ذات سے مانگی جاتی ہے جو اوپر ہو کہ اس سے جو نیچے ہو ایک اور جگہ اس سے بھی زیادہ واضح الفاظ یوں ہیں کہ اگر کوئی اس بات کا انکار کرے کہ اللہ آسمان میں ہے تو وہ شخص کافر ہے۔ یہ الفاظ شیخ الاسلام ابو اسماعیل انصاری نے سند سے الفاروق میں نقل کئے ہیں۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: سلیمان بن حرب الامام کی صحیح سند سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں میں حماد بن زید سے سنا جہمیہ کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ جہمیہ کہتے ہیں کہ آسمان میں کوئی چیز نہیں۔

ابن ابی حاتم نے الرد علی الجہمیہ نامی کتاب میں سعید بن عامر الضبعی امام اہل البصرۃ علماً و دیناً سے نقل کیا جو امام احمد کے شیوخ میں سے تھے ان کے سامنے جہمیہ کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا یہ یہود و نصاریٰ سے بھی زیادہ برے قول کے مالک ہیں کیونکہ یہود و نصاریٰ نے بھی مسلمانوں کے ساتھ اس بات میں موافقت کی ہے کہ اللہ عرش پر ہے جبکہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کسی پر بھی نہیں ہے۔

امام الائمہ محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جو شخص یہ عقیدہ نہ رکھتا ہو کہ اللہ آسمانوں پر اور عرش پر ہے اور مخلوق سے جدا ہے اس سے توبہ کرانی چاہئیے اگر توبہ نہ کرے تو اس کی گردن اڑا دینی چاہئیے پھر اس کی نعش جانوروں کے اصطبل میں ڈال دینی چاہئیے تاکہ اس کی بدبو سے مسلمانوں اور ذمیوں کو بھی تکلیف نہ پہنچے۔ یہ روایت حاکم نے صحیح سند سے روایت کی ہے۔

امام احمد اپنی سند سے عباد بن العوام الواسطی سے روایت کرتے ہیں عباد واسط کے امام ہیں اور امام احمد اور امام شافعی کے شیوخ کے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ: میں نے بشر المریسی سے گفتگو کی چنانچہ اس کی آخری بات یہی تھی کہ آسمانوں میں کوئی نہیں ہے۔

عبد الرحمن بن مہدی فرماتے ہیں: خواہشات کی پیروی کرنے والوں میں سب سے بدترین لوگ جہمیہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ آسمانوں میں کوئی چیز نہیں ہے میں سمجھتا ہوں نہ تو ان سے رشتہ داری کی جائے اور نہ ان کو وراثت دی جائے۔

الرد علی الجہمیہ میں عبد الرحمن بن مہدی سے مروی ہے کہ: اصحاب جہم (جہمیہ) یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام نہیں کیا اور آسمانوں میں کوئی چیز نہیں ہے اوراللہ عرش پر نہیں ہے میرا فتویٰ یہ ہے کہ ان سے توبہ کرائی جائے ورنہ ان کو قتل کر دیا جائے۔

اصمعی سے روایت ہے کہ ایک عورت جو جہمیہ تھی آئی اس کے پاس کھڑے ایک شخص نے کہا اللہ عرش پر ہے تو اس نے کہا محدود محدود تو اصمعی نے کہا تو اپنے اس قول کے ذریعے کافر ہو گئی ہے۔

عاصم بن علی بن عاصم جو امام احمد وبخاری کے شیوخ میں سے ہیں فرماتے ہیں: میرا ایک جہمی سے مناظرہ ہوا تو اس کی گفتگو سے یہ بات واضح ہوئی کہ اس بات پر ایمان نہ لایا جائے کہ رب آسمان میں ہے۔

دوسری جگہ گفتگو کرتے ہوئے شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سنت کے علماء کے نزدیک بدعتی اس شخص کو قرار دیا جائے گا جو کتاب وسنت کا مخالف ہو جیسا کہ خوارج، روافض، قدریہ، مرجئہ بدعتی ہیں عبد اللہ بن المبارک اور یوسف بن اسباط وغیرہما فرماتے ہیں کہ بدعتی چار فرقے ہیں مگر ان کی شاخیں بہتّر 72 ہیں وہ چار خوارج، روافض، مرجئہ، قدریہ ہیں ابن المبارک سے پوچھا گیا کہ جہمیہ کے بارے میں کیا خیال ہے تو فرمایا کہ وہ امت محمدیہ میں شامل نہیں ہیں۔

جہمیہ صفات کے انکاری ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ قرآن مخلوق ہے اور آخرت میں اللہ کو نہیں دیکھا جاسکے گا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج نہیں کرائی گئی اور اللہ کو نہ تو علم ہے نہ قدرت یہ حیاۃ وغیرہ یہ وہی باتیں ہیں جو معتزلہ اور فلاسفہ وغیرہ کرتے ہیں۔

عبد الرحمن بن مہدی فرماتے ہیں: ان کی دو قسمیں ہیں پہلی جہمیہ رافضہ یہ دونوں اہل بدعت میں سب سے بدترین لوگ ہیں ان میں ہی قرامطہ، باطنیہ، نصیریہ واسماعیلیہ داخل ہیں اسی طرح اتحادیہ (وحدت الوجود کے ماننے والے) بھی ان سے ملے ہوئے ہیں یہ سب فرعون کی جماعت کی جنس سے تعلق رکھتے ہیں اس زمانہ کے روافض بھی رفض کے ساتھ ساتھ جہمیہ اور قدریہ ہی ہیں کیونکہ انہوں نے رفض کے ساتھ معتزلہ مذہب کو بھی شامل کر لیا ہے پھر اسماعیلیہ مذہب سے اہل الزنادقہ اور وحدت الوجود کے عقائد رکھنے والے پیدا ہو رہے ہیں۔

یہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا واضح فرمان ہے کہ جہمیہ کافر اور امت محمدیہ سے خارج لوگ ہیں اور یہ فرمان بالکل ان لوگوں کے برخلاف ہے جن لوگوں نے شیخ الاسلام کے ایک ایسے قول کو جو انہوں نے عام اہل بدعت کے بارے میں کہا جہمیہ پر منطبق کر کے یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ جہمیہ شیخ الاسلام کے نزدیک کافر نہیں ہیں۔

عبداللہ بن الامام احمد کی کتاب السنہ میں مروی ہے کہ حدثنی احمد بن محمد بن یحیٰ سعید القطان نے بیان کیا وہ کہتے ہیں میں نے اپنے والد سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے معاذ بن معاذ سے سنا وہ فرماتے ہیں: جو یہ کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے وہ کافر ہے۔

حدثنی الحسن بن عیسیٰ مولیٰ ابن المبارک بیان کرتے ہیں وہ حماد بن قیراط سے وہ کہتے ہیں: میں نے ابراہیم بن طہمان سے سنا وہ کہتے ہیں: جہمیہ اور قدریہ کافر ہیں۔

حسن بن عیسیٰ کہتے ہیں کہ ابن المبارک کہا کرتے تھے جہمیہ کافر ہیں۔

اسی طرح ابن المبارک کا حسن نے یہ قول نقل کیا ہے کہ جہمیہ کے کفر میں کون شک کر سکتا ہے؟

ہمارے شیخ عبد اللطیف رحمۃ اللہ علیہ نے ساحل عمان کے بعض لوگوں کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہمیں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ بعض ملحد لوگ شیخ الاسلام کے بارے میں یہ بات بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ امام احمد جہمیہ کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرتے تھے اگر اس بات کو درست مان لیا جائے تو اس کا جواب بالکل واضح ہے اور وہ یہ ہے کہ امام احمد اور ان جیسے اہل علم کا جہمیہ کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ السنہ میں مصنف نے ان کے کفر کو اہل علم والحدیث کی ایک بڑی تعداد سے ثابت کیا ہے اور لالکائی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو کافر قرار دینے والوں کی تعداد بیان کی ہے اس رسالہ میں ان کا ذکر مشکل ہے اور کتاب السنہ میں امام احمد نے بھی ان کا تذکرہ کیا ہے اور ابن ابی ملیکہ نے کتاب السنہ اور امام ابن خزیمہ نے بھی ان کے کفر کو ثابت کیا ہے اور بڑے بڑے آئمہ کے اقوال بھی بیان کئے ہیں شمس الدین ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی قافیہ میں پانچ سو آئمہ کے اقوال ان کے کفر پر بیان کئے ہیں۔

ان کے پیچھے نماز پڑھنا خاص طور پر جمعہ کی نماز اور ان کو کافر قرار دینا دونوں میں تضاد نہیں ہے کیونکہ ایسی صورت میں جب مجبوری کی صورت ہو تو نماز دہرانا واجب ہے جبکہ امام احمد کی مشہور روایت میں ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ جن پر اتمام حجت ہو چکی ہو اور وہ پھر بھی انکار کرے اور وہ شخص جو لاشعوری میں انکار کرے دونوں میں فرق کرنا ضروری ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام بعض مسائل میں اسی قول کی طرف مائل ہوتے ہیں بعض لوگوں پر اس کی دلیل مخفی رہ جاتی ہے۔ لہٰذا اس قول کی بنائ پر چونکہ جہمیہ کو قدیم زمانہ سے ہی دلائل پہنچ چکے ہیں اور وہ اس عقیدے کو اچھی طرح جان چکے ہیں جس کو اہل سنت نے اپنا رکھا ہے اور احادیث نبویہ بھی مشہور ہو چکی ہیں لہٰذا اب بھی انکا انکار اور اس کے مطابق عقیدہ نہ رکھنا سوائے عناد اور تکبر کے کچھ نہیں ہے اور یہی حقیقی کفر والحاد ہے کیونکہ اس کے قول سے ذات باری تعالیٰ اور صفات باری تعالیٰ کا انکار اور تعطیل لازم آرہا ہے اور ان تمام باتوں کا کفر لازم آرہا ہے جس پر رسالت متفق ہے اور وہ اس کی گواہی دے رہی ہے اور عقل سلیم بھی گواہی دے رہی ہے اور جن نظریات کو یہ پیش کر رہے ہیں اس سے ربوبیت والوہیت کی حقیقت کو ثابت کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے کیونکہ یہ ایک ایسی معدوم ذات کی عبادت کر رہے ہیں جس کے وجود کی حقیقت ثابت نہیں ہو رہی اور ایسے خیالات و نظریات پر اعتماد کر رہے ہیں جس کا فاسد ہونا عقل سے بھی اور دین اسلام سے بھی ثابت ہے۔ مگر یہ بات صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کو دین اسلام کی معرفت حاصل ہے۔

بشر مریسی کے کفر پر اہل علم متفق ہیں حالانکہ اس کا کلام نفی الصفات والشبہ میں ان اگرچہ متاخرین جہمیہ کے نزدیک ان جیسا ہی ہے مگر پھر بھی ان لوگوں سے کفر والحاد میں ان سے خفیف ہی ہے جب وہ امت کے نزدیک کفر کا مرتکب قرار پایا ہے تو یہ کس طرح اس حکم سے نکل سکتے ہیں لہٰذا علماء نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ دیا ہے کہ جہمیہ کافر ہیں اور کسی جہمی کافر کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے اور امام احمد کے بارے میں ان کے بیٹے نے یہ صراحت کی ہے کہ وہ نماز جمعہ وغیرہا دوبارہ پڑھتے تھے۔ اور یہی عمل باقی مومنین بھی کرتے آئے ہیں کہ جب کبھی مرتدین کی حکومت قائم ہوئی تو وہ ان کے پیچھے نماز پڑھ کر دوبارہ پڑھا کرتے تھے اس بارے میں نصوص و دلائل بے شمار ہیں اس سے اس سوال کا جواب واضح ہو گیا جو مجھے تم سے پہنچا ہے کہ امام احمد جہمیہ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ انتہی

اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کی محبت، دوستی، حمایت

جب تمہید باندھ لی گئی اور واضح طور پر آئمہ اسلام کے اقوال پیش کر دیئے گئے تو یہ بات جان لینی چاہئیے کہ اس شخص نے اپنے کلام کی ابتداء اس چیز سے کی ہے کہ رسالت کا پہلا پیغام یہ تھا کہ لوگوں کو اکیلے رب سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کی رغبت دلائی جائے اور تمام عبادات میں اس کو اکیلا سمجھا جائے اور رسول ﷺ کی اتباع کی جائے کیونکہ دنیا وآخرت کی کامیابی اور سعادت صرف رسول کی اتباع ہی سے ممکن ہے اور یہ بات ذکر کی کہ جو شخص بھی اپنے آپ کو نصیحت کرنا چاہتا ہے اور اپنے نفس کی نجات وسعات چاہتا ہے اس کو چاہئیے کہ وہ نبی علیہ السلام کی رہنمائی ہدایت وسیرت آپ ﷺ کی شان کو پہچانے جس سے وہ جاہلوں سے نکل جاتا ہے۔ اس شخص کی یہ باتیں حق ہیں اگر اس کو خود ان کی موافقت حاصل ہو جائے اور یہ خود بھی اس پر عمل کر لے اگرچہ یہ تمام باتیں جانتا ہے۔ مگر اس نے اس راستے سے خود انحراف کیا ہے اور اس منہج پر نہیں چلا بلکہ کلام کو اس کی جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ پر رکھ دیا اور علماء کے کلام میں تحریف کر کے اصل معنی کی جگہ ساقط معنی اور تاویلی معنی کر دیا حالانکہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ کسی بندے کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کی محبت، دوستی، حمایت، ان کے لئے جدال کرنا، اور اللہ اور اس کے اولیاء کی محبت جمع نہیں ہو سکتیں اور یہ ناممکن ہے کہ ایک ہی دل میں اللہ کے اولیاء کی بھی محبت ہو اور اللہ کے ان دشمنوں سے بھی دوستی ہو جن کی اتباع ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے منع کیا گیا ہو ان پر رد کیا گیا ہو ان کو جاہل اور گمراہ قرار دیا گیا ہو۔

امام ابن قیم فرماتے ہیں:

> "کیا تم محبوب کے دشمنوں سے محبت کرتے ہو اور پھر بھی اس کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو۔ یہ ناممکن ہے اسی طرح تم محبوب کے محبوب سے دشمنی رکھتے ہو یہ کہاں کی محبت ہے اے شیطان کے بھائی"۔

یہ اس کے منافی ہے جو اس نے اپنے رسالہ کے مقدمہ میں پیش کیا اس لئے کہ اللہ کے لئے محبت کرنا اور اللہ کے لئے بغض رکھنا اور عداوت اور دوستی رکھنا ایمان کے کامل ہونے کی علامت ہے اور یہ جس میں پیدا ہو جائے وہ رحمن کی ولی بن جاتا ہے۔

جبکہ ان لوگوں نے ان لوگوں پر رڈ کرنا اور تشنیع کرنا شروع کر دی جنھوں نے جہمیہ اور اباضیہ اور قبروں کی عبادت کرنے والوں کے لئے عداوت رکھی اور انہوں نے جہمیہ اور دیگر گمراہ فرقوں کو بھی مسلمان قرار دیدیا اور ان کا گمان یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو کافر قرار دینے والوں کو نصیحت کر رہے ہیں۔ کیا انہیں اس بات پر حیاء نہیں آتی کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے عداوت کی بات کرتا ہے اور ان پر رڈ کرتا ان کو ان کی جہالت پر اور ان کی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے گمراہی پر روکتا ہے۔ اور انہیں اہل علم و اہل تحقیق لوگوں کی باتیں پیش کرتا ہے اس کو یہ غلط قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے یہ لوگ ان پر اس ملامت کو اور تنگی مکان کو کم کر رہے ہیں جو ان پر علماء اور بہترین لوگوں نے ملامت کی حالانکہ یہ ملامت کرنے والے زیادہ ہدایت پر تھے اس لئے کہ یہ حق سے ہٹے نہیں تھے تم نے اپنی غلط رائے کے ذریعے سہارا دیا اور ان کی گمراہی کو مضبوط کیا انہوں نے جہمیہ، اباضیہ اور اجداث کے پجاریوں کو کافر قرار دیا تھا۔ جہمیہ کو سلف نے پہلے ہی کافر قرار دیا تھا اور اب بھی کوئی صاحب عقل و علم ان کے کفر میں شک نہیں کر سکتا مگر کچھ لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے کچھ باتیں کرتے ہیں اور ان کے کچھ مقاصد بھی ہیں اور یہ باتیں چند مخصوص مسائل میں ہیں جن کے دلائل غیر واضح ہیں تم لوگ اپنی بے وقوفی کی وجہ سے ڈھال بنے ہوئے ہو یہ کام بلاوجہ کی مشقت ورنہ انکی مذمت اور رد میں کیا کچھ نہیں ہے۔ معترض ان کے جواب میں کہتا ہے "جب ہم نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنی توانائیاں مسلمانوں کو کافر قرار دینے اور انہیں فاسق قرار دے کر تکلیف پہنچا رہے ہیں اور اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں اور مسلمانوں کو صراط مستقیم سے متنفر کر رہے ہیں"۔

اس معترض کے جواب میں ہم یہی کہیں گے کہ جن لوگوں نے جہمیہ کو کافر ثابت کرنے میں سعی کی تو انہوں نے مومنین کے راستے کی پیروی کی ہے جیسا کہ آپ کو سابقہ صفحات میں یہ علماء کے اقوال سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ جہمیہ تمام علماء کے نزدیک کافر قرار پا چکے ہیں لہذا جو آج کے دور میں لوگوں کو جہم سے بچانے کے لئے ان کے کفر کو واضح کرتا ہے تو وہ مومنین کی راہ پر چل رہا ہے مگر جو لوگ جہمیہ کو مسلمان قرار دیتے ہیں ہم ان سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے پاس ان کے اسلام اور مسلمان ہونے کی کیا دلیل ہے اور اس کی کیا دلیل ہے کہ جو ان کو کافر ثابت کرنے میں کوشاں ہے وہ اپنا وقت ضائع کر رہا ہے اور مسلمانوں کو ایذاء پہنچا رہا ہے اور وہ اسوۂ رسول پر عمل پیرا نہیں ہے یا تو وہ اہل سنت کے منہج سے ہٹ کر کام کر رہا ہے ؟ کیا رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اور آپ کے صحابہ مشرکین منافقین سے عداوتیں نہیں رکھتے تھے اور انہیں کافر قرار نہیں دیتے تھے ؟ ایسی بات صرف وہی شخص کہہ سکتا ہے جو بذریعہ حس ثابت شدہ امور کو مسترد کر دینے اور تسلیم شدہ امور میں حیران و مبہوت ہو، جب اسلام اور مسلمان ضعیف و کمزور تھے تب آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے نرمی اور رفق کا حکم دیا تھا اور کفار اور منافقین کی تکالیف کو نظر انداز کیا جیسا کہ اللہ فرماتا ہے:

﴿وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰهُمْ﴾(احزاب:48)

''اے نبی کفار کی بات نہ مانیں اور منافقین کی بھی اور ان کی تکالیف کو چھوڑ دیں''

مگر جب مسلمان مضبوط ہو گئے تو اللہ نے یہ حکم نازل کیا:

﴿يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾(تحریم:9)

''اے نبی (ﷺ) کفار اور منافقین کے خلاف جہاد کریں اور ان پر سختی کیجئے''۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾(الفتح:29)

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو آپ ﷺ کے ساتھ ہیں کفار پر شدید ہیں اور آپس میں انتہائی مہربان''۔

چنانچہ آپ منافقین و کفار سے جہاد کرتے ہوئے اور ان پر سختی کرتے ہوئے بھی عام مخلوق کو نصیحت کرتے رہتے تھے اور ان سے انتہائی مہربانی و شفقت کا معاملہ کرتے تھے مگر آپ کی رحمت، شفقت، نرمی مومنین کے ساتھ تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ(توبۃ:128)

''تحقیق تمہارے پاس وہ رسول آگیا ہے جو تم میں سے ہے اور اس پر گراں گزرتی ہے وہ بات جو تمہیں مشقت دے اور تمہاری ہدایت پر حریص ہے مومنین کے لئے مہربان و نرمی کرنے والا ہے''۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات واضح کی ہے کہ اس رسول کی نرمی مہربانی مومنین کے ساتھ تھی نہ کفار اور منافقین کے ساتھ بلکہ آپ eان کے خلاف انتہائی سخت تھے۔ بلکہ حدود کو قائم کرنے کا مقصد اور انہیں محرمات و منہیات سے بچانا بھی آپ کی طرف سے ان پر رحمت تھی مگر جو لوگ اللہ کے مخلوق سے بلند اور اوپر ہونے کا انکار کرتے ہیں اور اللہ کے اسماء و صفات کو معطل کرتے ہیں ان سے نرمی کا معاملہ ہرگز نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کے خلاف شدت و سختی کا مظاہرہ کیا جائے گا اور ان سے عداوت رکھی جائے گی اسی طرح جو لوگ اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں ان سے بھی یہی معاملہ کیا جائے گا۔

اب رہا معترض کا یہ اعتراض کہ (اے کافر، اے مشرک، اے جہمی، اے فاسق، اے بدعتی وغیرہ) الفاظ کہنے درست نہیں ہیں تو ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ جب آپ اسلام کی دعوت دے رہے ہیں تو یہ کہنا درست نہیں ہو گا بلکہ ایسے وقت انتہائی حکمت اور عمدہ طریقے سے وعظ کیا جائے گا مگر جب کوئی مسلمان اللہ کے دشمنوں کے ساتھ ہو جائے اور ان کا ساتھ دے تو اُن پر نرمی کہاں جائز ہے؟

لہٰذا جو شخص نبی علیہ السلام کی سیرت اور صحابہ کے حالات سے واقف ہے وہ یہ اعتراض نہیں کر سکتا جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا کہ نبی علیہ السلام جو مشرکین و منافقین پر نرمی کرتے تھے وہ ابتدائی زمانے میں تھا جب مسلمان کمزور تھے مگر جب مسلمان قوت پکڑ گئے اور ان کی حکومت قائم ہو گئی اور ان پر حجت قائم کر دی اور دین کی دعوت پہنچا دی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر نرمی ہر گز نہیں کی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو یہ الفاظ کہے (اے بندر اور خنزیر کے بھائیو) اور ہمیشہ نرمی و مہربانی کیسے ثابت ہوتی ہے جبکہ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا:

﴿قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ، لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ، وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ، وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ، وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ، لَكُمۡ دِيۡنُكُمۡ وَلِىَ دِيۡنِ﴾ (کافرون:6-1)

''اے نبی کہہ دیجئے اے کافر جن کی تم عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کروں گا اور نہ ہی تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کر رہا ہوں، اور نہ میں اس کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو، جن کی تم عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرنے والا''۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ شَكٍّ مِّنۡ دِيۡنِىۡ فَلَاۤ اَعۡبُدُ الَّذِيۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ﴾ (یونس:104)

''کہہ دیجئے اے لوگو اگر تم میرے دین کے بارے میں شک کر رہے ہو تو میں نہیں عبادت کرتا ان کی جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے علاوہ''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

﴿وَ مَنۡ یَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّۃِ اِبۡرٰہٖمَ اِلَّا مَنۡ سَفِہَ نَفۡسَہٗ﴾(بقرہ:130)

"اور نہیں اعراض کرتا ملت ابراہیم سے مگروہی شخص جس کا نفس بے وقوف ہو"۔

اللہ فرماتا ہے:

ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّۃَ اِبۡرٰہِیۡمَ حَنِیۡفًا وَ مَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ(نحل:123)

"پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ (ﷺ)ملت ابراہیم کی اتباع کریں جو یک طرفہ تھے اور مشرک نہیں تھے"۔

﴿وَ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰہِیۡمُ لِاَبِیۡہِ وَ قَوۡمِہٖۤ اِنَّنِیۡ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعۡبُدُوۡنَ، اِلَّا الَّذِیۡ فَطَرَنِیۡ﴾(زخرف:27-26)

"اور جب ابراہیم نے اپنے والد کو اور اپنی قوم کو کہا میں جس کی تم عبادت کرتے ہو ان سے بری ہوں سوائے اس ذات کے جس نے مجھے پیدا کیا"۔

دوسری جگہ فرماتا ہے:

﴿قَالَ اَفَرَءَیۡتُمۡ مَّا کُنۡتُمۡ تَعۡبُدُوۡنَ، اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُکُمُ الۡاَقۡدَمُوۡنَ، فَاِنَّہُمۡ عَدُوٌّ لِّیۡۤ اِلَّا رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ﴾(شعراء:77)

"بتاؤ جن کی تم عبادت کرتے ہو تم بھی اور تمہارے آباء واجداد جو گزر چکے وہ میرے دشمن ہیں سوائے رب العالمین کے"۔

مزید فرمایا:

﴿وَ اَعۡتَزِلُکُمۡ وَ مَا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ﴾(مریم:48)

"میں تم سے اور جن کی تم عبادت کرتے ہو جدا ہوتا ہوں اللہ کے علاوہ"۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيٓ إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُۥٓ إِذْ قَالُوا۟ لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءَٰٓؤُا۟ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ ٱلْعَدَٰوَةُ وَٱلْبَغْضَآءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَحْدَهُۥٓ﴾ (ممتحنۃ:4)

"تمہارے لئے ابراہیم علیہ السلام (کی سیرت) میں اسوۂ حسنہ ہے اور ان لوگوں میں جو ان کے ساتھ تھے جب انہوں نے اپنی قوم کو کہا ہم بیزار ہیں تم سے اور جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو ہم نے تمہارا کفر کیا ہمارے اور تمہارے درمیان عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا یہاں تک کہ تم ایمان لے آؤ اللہ اکیلے پر"۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسی طرح اے اللہ پر ایمان رکھنے والو اللہ کے مشرک دشمنوں سے بیزاری کا اعلان کر دو اور انہیں اپنا ولی (دوست) نہ بناؤ یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور جن کی وہ اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہیں اس سے بھی براءت کا اعلان کر دو اور ان کے خلاف دشمنی اور بغض ظاہر کرو اور اللہ کا یہ قول کہ ﴿كَفَرْنَا بِكُمْ﴾ چونکہ تم نے اللہ کا کفر کیا اسی بناء پر عداوت و بغض ظاہر ہو گئی اور چونکہ تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو لہٰذا کوئی صلح نہیں ہو گی اور کوئی محبت نہیں ہو گی اس وقت تک جب تک کہ تم اکیلے اللہ پر ایمان نہ لے آؤ۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات واضح کر دی کہ اللہ نے مومنین کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہ اللہ کے دشمنوں سے براءت کا اعلان کریں اور ان سے بغض و دشمنی رکھیں اور اپنی اس دشمنی کو واضح کریں اور اس اظہار دشمنی کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ان کا زبان سے انکار کریں کیونکہ اللہ فرماتا ہے ﴿إِذْ قَالُوا۟ لِقَوْمِهِمْ﴾ "انہوں نے اپنی قوم کو کہا" کیونکہ دل کی دشمنی کو اظہار نہیں کہا جاتا کیونکہ یہ قلبی عمل کہلائے گا لہٰذا جو دشمنی و بغض دل میں ہو اس کو اپنے قول و فعل سے ظاہر کرنا ضروری ہے۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت پر کلام کرتے ہوئے آخر میں فرمایا کہ: مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب اللہ نے مومنین کو مشرکین و کفار سے عداوت کا حکم دیا تو مومنین نے اپنے اقرباء مشرکین سے عدوات شروع کر دی چنانچہ ان کے درمیان عداوت اور بیزاری واضح ہو گئی چنانچہ جب اللہ نے مومنین کے اس جذبہ کو دیکھا تو یہ آیت نازل کی:

﴿عَسَى ٱللَّهُ أَن يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ ٱلَّذِينَ عَادَيْتُم مِّنْهُم مَّوَدَّةً﴾ (ممتحنۃ:7)

"قریب ہے کہ اللہ تمہارے درمیان اور جن سے تم نے دشمنی کی محبت پیدا فرما دے"۔

ہمارے شیخ عبد اللطیف رحمۃ اللہ علیہ نے ابن منصور پر رد کرتے ہوئے فرمایا: حبشہ کی ہجرت اور قرآن کریم میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت وغیرہ سے ہمارے شیخ کے موقف کی تائید کرتے ہیں کہ کفار ومشرکین سے واضح طور پر عداوت رکھی جائے اور جب تک اس کی استطاعت ہے اس کی رخصت نہیں ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر ہجرت کی ضرورت نہ ہوتی اور مسلمانوں کو نجاشی کے علاقے میں جانے اور اس سے تعاون حاصل کرنے کی ضرورت نہ پڑتی تب ہر مسلمان اپنے ایمان کو مخفی رکھتا اور مشرکین سے اپنی عداوت ظاہر نہ کرتے اور نہ ہی دین ظاہر کرتے اگر مہاجرین اولین کو واضح طور پر عداوت کا حکم نہ ہوتا اور اپنی قوم کے سامنے اسلام واضح کرنے اور ان عیوب کو سامنے لانے کا حکم نہ ہوتا جو مشرکین تھے تو مسلمانوں کو جو تکالیف اس کی پاداش میں پہنچیں وہ ہرگز نہ پہنچتی اور انہیں مختلف قسم کے امتحانات وآزمائشوں سے ہرگز نہ گزرنا پڑتا جس کی بناء پر انہیں ہجرت کرنی پڑی اور نجاشی وغیرہ کے شہروں میں سکونت اختیار کرنی پڑی جہاں انہیں فتنہ وفساد سے امن نصیب ہوا۔

ان تمام باتوں کا سبب یہ تھا کہ اللہ نے اسلام ظاہر کرنے اور مشرکین سے عداوت رکھنے اور اسے ظاہر کرنے کا حکم دیا تھا بلکہ کلمہ توحید کا بھی یہی تقاضا ہے اس لئے کہ اللہ کے سوا معبودان باطلہ کی نفی کرنا صراحتاً ان سے براءت کرنا اور طاغوت کے انکار، ان کی عبادت کو معیوب قرار دینے اور ان سے عداوت رکھنے کا تقاضا کرتا ہے۔

اگر مسلمان خاموشی اختیار کرتے اور ان کا انکار نہ کرتے جیسا کہ اس شخص کا گمان ہے تو جنگیں ہرگز نہ ہوتیں اور حالات پیدا نہ ہوتے جو پیدا ہوئے جیسا کہ آج واقع ہے کہ اسلام کا دعویٰ کرنے والے نیک بندوں اور بت پرستی کے معاشرے میں گھل مل گئے ہیں افسوس ایسی ظالم قوم پر (انتہی)

جب اللہ کے دشمن ان جہمیہ اور قبر کی عبادت کرنے والوں پر حجت قائم ہو چکی اور اسلام کی اصل دعوت پہنچ چکی اور اس کو ایک زمانہ بیت چکا اس کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا لہذا اب یہ جاہل کس طرح کہہ رہے ہیں کہ کسی کو اے کافر، اے مشرک، فاسق، بدعتی نہیں کہا جا سکتا حالانکہ ان کو دلائل دیئے جا چکے ہیں اور حجت قائم کر دی گئی ہے اور ان کی قبر پرست جہمیہ سے جو مسائل صادر ہو رہے ہیں وہ ایسے ہرگز نہیں ہے کہ یہ کہا جا سکتا ہو کہ ان کی ممانعت کے دلائل مخفی ہیں لہذا ان پر فتویٰ لگانے سے توقف اختیار کیا جائے گا ایسی بات ہرگز نہیں ہے کیونکہ یہ بات ہر مسلمان جانتا ہے کہ جو اللہ کے مخلوق سے اوپر ہونے اور اللہ کی صفات کا انکار کرے

وہ شخص بالاتفاق کافر ہے اس میں کسی مسلمان کو شک وشبہ نہیں ہے لہٰذا ان بھائیوں کے بارے میں کیا گمان کیا جائے گا جو مسلمانوں کو اے سنی، اے جہمی کہہ کر یا اسے بدعتی اے کافر کہہ کر پکارتے ہیں۔
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب ان سے ایک شخص نے مسئلہ استواء کے بارے میں سوال کیا کہ استواء معلوم ہے مگر کیفیت مجہول ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور کیفیت کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔ اور پھر کہا کہ: میں تجھے (یعنی سوال کرنے والے کو) بدعتی سمجھتا ہوں اور اسے اپنی مجلس سے نکلنے کا حکم دیا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب وہ جیل میں تھے تو ان کے دشمنوں نے ان سے ایک ورقہ لکھ کر اس کی موافقت کرنے کا مطالبہ کیا اور کہا کہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ آپ یہ عقائد اپنائیں اور اس کی توثیق کریں تو امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کر دیا مگر انہوں نے پھر مطالبہ دہرایا مگر آپ نے پھر انکار کر دیا اور ان پر شدید غضب کا اظہار کیا حتیٰ کہ فرماتے ہیں کہ شدت جواب میں میری آواز بلند ہو گئی اور میں نے کہا اے زندیقو، اے کفار، اے مرتدین اور اس قسم کے دیگر الفاظ بھی کہے یہ بات امام صاحب نے التسعینیہ میں ذکر کی ہے رہا ان کا یہ اعتراض کہ اس زمانہ میں لوگ ان کو کچھ نہیں کہتے بلکہ ان کے شر سے پناہ مانگتے ہیں مگر پھر بھی یہ کسی کو نہیں چھوڑتے بعض لوگوں کو یا کافر کہہ کر پکارتے ہیں بعض کو یا مشرک، بعض کو اے بدعتی، بعض کو اے جہمی، اے متعور کہہ کر بعض کو یہ سلام ہی نہیں کرتے اور بعض کے سلام کا جواب تک نہیں دیتے وغیرہ اس کے جواب میں ہم یہی کہیں گے کہ یہ کسی جاہل شخص کی بات ہے اور ایسا لاعلم شخص جو یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ لاعلم ہے کیونکہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور اللہ اور رسول کے دشمنوں سے دشمنی رکھنا اس بات پر موقوف نہیں ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں یا نہیں بلکہ یہ تو ایک ایسا واجب امر ہے جس کو ادا کرنا ہر صورت میں واجب ہے اور اس کو ترک کرنا بزدلی ہے چنانچہ اللہ فرماتا ہے:

﴿وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ﴾ (قلم:9)

"یہ چاہتے ہیں کہ کاش آپ کمزور ہو جائیں تو یہ اور کمزور کر دیں"۔

وثہودلولم یدھنوافی ربھم   لم تدمرناقتھم بسف قدار

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینا شر نہیں جیسا کہ یہ جاہل شخص سمجھتا ہے۔

اگر کسی جہمی سے جو اللہ کے مخلوق سے اوپر ہونے اور اس کی صفات واسماء کا معطل کرنے والا ہو گفتگو کی جارہی ہو اور اسے اسماء وصفات کا مسئلہ سمجھایا جارہا ہو تو یہ خیر کا عمل کہلائے گا لہٰذا اس کو شر کا نام دینا خود ایسے فتنہ کا سبب ہے جو ایسے شخص کی ہلاکت کا ذریعہ بن جاتا ہے لہٰذا ہم فتنوں کی تباہ کاریوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی۔ اسی طرح اگر کسی اباضی سے گفتگو ہو یا کسی قبر پرست سے تو معاملہ پھر اس سے بھی آگے کا ہے۔ اور اگر گفتگو ان لوگوں سے یا ان لوگوں کے بارے میں ہو جو ان جہمیہ، اباضیہ، قبر پرستوں وغیرہ سے دوستیاں رکھتے ہیں اور ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہے اور پھر ان سے کوئی یا کافر کہہ کر یا اسے جہمی کہہ کر گفتگو کرتا ہے تو یہ غلط ہو گا کیونکہ یہ گفتگو کافر سے یا اس جہمی سے کی جائے گی جس کو دلائل دیئے جاچکے ہوں مگر وہ پھر بھی تکبر کرتا ہے اور عناد رکھتا ہے۔ یا اس سے جو کافروں یا جہمیوں سے دوستیاں رکھتا ہے باوجود حق واضح ہونے اور یہ بات واضح ہو جانے کے بعد کہ علمائے نے ان کو کافر قرار دیا ہے اور کفر کے دلائل بھی واضح ہو چکے ہوں اور وہ ان دلائل کو سمجھانے کے باجود بھی ان سے دوستیاں رکھتا ہے تو ایسے لوگوں سے یا جہمی وغیرہ کہہ کر گفتگو کی جاسکتی ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسا کہے کہ اسے وہ دلائل تو پہنچ گئے جس میں علماء نے جہمیہ کو کافر قرار دیا ہے مگر وہ ان دلائل کو سمجھ نہیں سکا پھر وہ تکبر اختیار کرتا ہے اور عناد ظاہر کرتا ہے اگر وہ تاویل کی بناء پر ایسا کرتا ہے تو میں نہیں جانتا اس کا کیا حال ہو گا مگر معاملہ اس کا بھی شدید ترین ہے اور وعید بھی شدید ہے لیکن اگر وہ کسی اور بناء پر مخالفت کرتا ہے تو ہم اس قسم کی گمراہی سے بھی پناہ مانگتے ہیں کہ اللہ ہمیں ہدایت کے بعد گمراہی سے بچائے کیونکہ جسے اللہ فتنہ میں مبتلا کرنا چاہے تو اس کو کوئی نہیں بچاسکتا اور جس کے لئے اللہ روشنی نہ پیدا کرے اس کے لئے کوئی روشنی نہیں پیدا کرسکتا۔

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ہمیں چاہئیے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول اور آئمہ علم کے کلام کو دل وزبان کی شدت سے واضح کریں اور اللہ کے دشمنوں سے اپنی دشمنی اور اس کے اولیاء سے اپنی دوستی واضح کر دیں کیونکہ دین صحیح نہیں کہلائے گا جب تک ہم یہ نہیں کریں گے۔

چنانچہ ہم کہتے ہیں: باب ہے کہ اللہ کے دشمنوں کفار مرتدین اور منافقین سے دشمنی رکھنا واجب ہے اور اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ (النساء:140)

”اور تحقیق تم پر نازل کیاہے کتاب میں کہ جب تم سنو اللہ کی آیات سے انکار کیا جارہا ہو اور مذاق کیا جارہا ہو تو ان کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں غوروخوض کرنے لگ جائیں (لیکن تم نے ایسانہ کیاتو تم بھی) ان جیسے قرار پاؤگے“۔

اور اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّه، مِنْهُمْ﴾ (مائدہ:51)

”اور جو ان سے موالات (دوستی) اختیار کرے گا وہ ان میں سے ہی ہو گا“۔

﴿كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ﴾ (ممتحنۃ:4)

”ہم تمہارا انکار کرتے ہیں ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی ظاہر ہو گئی اور بغض ہمیشہ کے لئے یہاں تک کہ تم اکیلے اللہ پر ایمان لے آؤ“۔

اور اللہ کا فرمان ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ﴾ (المجادلۃ:22)

”آپ (ﷺ) نہیں پائیں گے کسی ایسی قوم کو جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو کہ وہ محبت کرتے ہوں ایسی قوم سے جو اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی رکھتی ہو اگرچہ وہ ان کے باپ بیٹے بھائی خاندان (کے لوگ) ہی کیوں نہ ہوں“۔

امام حافظ محمد بن وضاح فرماتے ہیں: مجھے کئی لوگوں نے خبر دی کہ اسد بن موسیٰ نے اسد بن فرات کو لکھا کہ اے بھائی جان! میرے خط لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ مجھے تیرے شہر کے لوگوں نے بتایا کہ اللہ نے تجھے لوگوں کے ساتھ انصاف کرنے کا فریضہ عطاء کیاہے اور یہ کہ تم اچھا معاملہ کرتے ہو اور اس کا کثرت سے لوگوں کے سامنے رد کرتے ہو آپ سے اللہ نے اہل بدعت کا قلع قمع کر دیاہے اور اہل سنت کو مضبوط کر دیاہے اوران اہل بدعت کے عیوب ظاہر کرنے کی وجہ سے اللہ نے آپ کو قومی کر دیاہے چنانچہ اللہ نے اہل

بدعت کو آپ کے ذریعے ذلیل کر دیا جس کی وجہ سے اب وہ اپنی بدعات کو چھپاتے ہیں۔اے میرے بھائی اس کار خیر پر ثواب کی خوشخبری ہو اور اپنے اس عمل کو نماز، روزہ، حج، جہاد سے بھی زیادہ اچھا عمل سمجھ لینا اب ایسے اعمال کہاں کئے جارہے ہیں کہ جو آپ نے کام کر دکھایا کہ کتاب اللہ کو قائم کر دیا اور سنت رسول کا احیاء کر دیا کیونکہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا"کوئی بھی شخص ہدایت کی دعوت دیتا ہے چنانچہ وہ اس کی اتباع کرتا ہے تو اتباع کرنے والے کے ساتھ ساتھ دعوت دینے والے کو بھی اجر ملتا رہتا ہے قیامت تک۔اسی طرح یہ بھی اس میں مذکور ہے کہ اللہ ہر بدعت کے ظاہر ہونے پر اسلام کے لئے کوئی ولی مقرر کر دیتا ہے جو اسلام کا دفاع اور لوگوں کو اس بدعت کی علامات بتاتا ہے۔اے بھائی اس فضیلت کو غنیمت جان اور اس کا اہل رہنا کیونکہ نبی علیہ السلام نے معاذ رضی اللہ عنہ کو کہا تھا جب ان کو یمن بھیجا کہ اگر تیری وجہ سے اللہ نے ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دی تو تیرے لئے فلاں فلاں چیز سے بہتر ہے۔اور اس میں جو سب سے بڑی بات تھی وہ یہ کہ تو اس کو غنیمت سمجھ اور سنت کی دعوت دیتا رہ یہاں تک کہ تو ایک جماعت تیار کرلے جو تیری قائم مقام ہو جائے اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو وہ جماعت تیرے بعد بھی لوگوں کی رہنمائی کرتی رہے تو اس کا ثواب تجھے قیامت تک ملتا رہے گا جیسا کہ ایک اثر ہے کہ عمل، بصیرت، نیت اور امید کے ساتھ کر تو اللہ تیرے ذریعے بدعتی، فتنہ باز بدکردار لوگوں کو رد کرے گا اور تجھ جیسے اعمال لے کر کوئی نہیں آئے گا۔اور تو اس بات سے بچ کہ اہل بدعت میں سے کوئی تیرا بھائی بنے یا تیرا ہم جلیس یا ساتھی ہو کیونکہ ایک اثر یوں منقول ہیکہ (جو کسی صاحب بدعت کے ساتھ بیٹھتا ہے تو اسے اس کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور جو صاحب بدعت کی طرف چلتا ہے وہ اسلام کو منہدم کرنے کی طرف چلتا ہے اور یہ بھی وارد ہے کہ (جس الہ کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے اس سے زیادہ مبغوض ترین وہ ہے جو خواہشات کی اتباع کرے) اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اہل بدعت کے لئے لعنت وارد ہوئی ہے اور اللہ بدعتی کی نفلی، فرضی کسی بھی قسم کی عبادت قبول نہیں کرتا چنانچہ یہ جتنی زیادہ روزہ، نماز ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اتنا ہی زیادہ اللہ سے دور ہو جاتے ہیں لہذا ان کی مجالس سے دور رہو انہیں ذلیل کرو اور انہیں اپنے سے دور کرو جس طرح اللہ نے انہیں ذلیل اور دور کیا ہے اور اس کے رسول اور ہدایت کے آئمہ نے۔انتہی کلامہ

جان لو اللہ تم پر رحم کرے اس شخص نے جو سلف کے اس کلام کے خلاف کلام کیا ہے اگرچہ وہ وہ اخراج عن الملۃ کا سبب نہیں ہے مگر اس بارے میں کہ اہل بدعت و گمراہی سے عداوت رکھنا، یہ ایسی گمراہی ہے جو اگرچہ ملۃ سے نہیں نکالتی مگر اس بارے میں انہوں نے بڑی شدت اختیار کی ہے اور لوگوں کو دو وجوہات کی بناء پر ڈرایا ہے یہی وجہ کہ بدعت دین میں انتہائی غلیظ چیز ہے چنانچہ یہ ان کے نزدیک کبائر گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے اور یہ ان کے ساتھ اس سے سخت معاملہ کرتے ہیں جو کبائر کے مرتکب سے کرتے ہیں جیسا کہ تم آج بھی لوگوں کے دلوں میں پاؤ گے کہ ایک رافضی مثلاً ان کے نزدیک زیادہ مغضوب قرار پاتا ہے بنسبت کسی سنی کے

جو کبائر جہراً کرتا ہو اگرچہ وہ رافضی عابد، عالم ہی کیوں نہ و دوسری وجہ یہ ہے کہ بدعت صریح ارتداد کی طرف لے جاتی ہے جیسا کہ بہت سارے اہل بدعت میں یہ بات پائی گئی ہے۔ جس بدعت پر شدت کی گئی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے اس شخص کے بارے میں شدت اختیار کی جو اللہ کی عبادت کسی نیک آدمی کی قبر کے نزدیک کرے اس خوف سے شدت کی کہ کہیں یہ شرک میں واقع ہو کر یہ مرتد نہ ہو جائے جو شخص یہ بات سمجھ لیتا ہے وہ بدعت اور اس ارتداد اور مرتکبین پر شدت نفاق اکبر اور اس کے اہل پر شدت میں فرق کو بھی سمجھ لیتا ہے۔ یہی وہ بات ہے جس کے بارے میں اللہ نے آیات محکمات نازل کی ہیں مثلاً اللہ فرماتا ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ﴾ (المائدہ:54)

”اے ایمان والو جو تم میں سے اپنے دین سے مرتد ہو گیا عنقریب اللہ ایک ایسی قوم لے آئے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے“۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ، يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ﴾ (توبۃ 74-73)

”اے نبی جہاد کیجئے کفار اور منافقین سے اور ان پر سختی کیجئے ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور برا ٹھکانہ ہے۔ یہ قسمیں کھاتے ہیں اپنے کہے ہوئے پر جبکہ انہوں نے کلمہ کفر کہا ہے اور اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کیا ہے“۔

میں کہتا ہوں: اے انصاف کرنے والو تم اس معترض کے اعتراض پر غور کرو یہ کیا کہتا ہے کہ (جب ہم نے دیکھا کہ کچھ اس زمانے میں اپنی کاوشیں مسلمانوں کو کافر قرار دینے اور انہیں ایذاء پہنچانے میں اور انہیں فاسق قرار دینے میں خرچ کر رہے ہیں اور اپنے اوقات مسلمانوں کو صراط مستقیم سے متنفر کرنے میں ضائع کر رہے ہیں)۔ ان کے نزدیک مسلمانوں سے مراد جہمیہ، اباضی، قبر پرست لوگ ہیں جیسا کہ ہمیں بھائیوں نے اطلاع دی ہے اور ان کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ (بلکہ انہوں نے بعض کو یا کافر کہا بعض کو یا جہمی کہا بعض کو یا مشرک کہا بعض کو اے بدعتی کہا)

دوبارہ اسد بن موسیٰ کے کلام پر غور کرو جو انہوں نے یہ کہا (کہ تم نے سنت کو ظاہر کیا اور اہل بدعت کو معیوب قرار دیا اور اس کا خوب تذکرہ کیا اور اس پر طعن ورد کیا پس اللہ نے آپ کے ذریعے ان کا قلع قمع کر دیا اور اہل سنت کو مضبوط کر دیا اور تمہیں قوی

کردیا ان کے عیوب ظاہر کرنے کی وجہ سے اور ان پر طعن کرنے کی بناء پر اللہ نے آپ کے ذریعے انہیں ایسا ذلیل کردیا کہ وہ اپنی بدعت کو چھپاتے پھر رہے ہیں۔

یہ جاہل معترض اور اس کے وہ ساتھی جنہوں نے اس کی پشت پناہی کی اور اس کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے وہ ان لوگوں سے انکار کرتے ہیں جو جہمیہ سے عداوت ظاہر کرتے ہیں بلکہ یہ ان پر طعن و تشنیع کرتے اور ان کے رد میں کتابیں تصنیف کرتے ہیں اور ان کافروں کا دفاع کرتے ہیں اور انہیں مسلمان قرار دیتے ہیں جبکہ مسلمانوں کے عیب اس بناء پر نکالتے ہیں کہ انہوں نے ان لوگوں کو کافر قرار دینے کی کوشش کی جنہوں نے اللہ کے مخلوق کے اوپر ہونے سے انکار کیا اور اللہ کے اسماء وصفات کو معطل (انکار) کیا اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ عمل مسلمانوں کو صراط مستقیم سے متنفر کرنے کا ذریعہ ہے۔

گویا ان کے نزدیک اللہ کی صفات کے منکرین سے نرمی کرنا صراط مستقیم ہے اور ان کے خیال کے مطابق رسولوں کی دعوت کا یہی طریقہ تھا کہ منکرین سے نرمی کی جائے حالانکہ انہیں یہ علم نہیں کہ نرمی کا معاملہ ابتداء اسلام کے زمانے میں تھا مگر جب آیت السیف والجہاد نازل ہوئی تو یہ منسوخ ہوگیا اور مسلمانوں کو ان کے خلاف جہاد کا حکم دیا گیا تاکہ دین اللہ کے لئے ہوجائے۔

اور غور کرو اس بات پر جو اسد بن موسیٰ نے بیان کی کہ (تم بچو اس بات سے کہ تمہارا کوئی بدعتی شخص بھائی ہو یا جلیس یا ساتھی ہو اس لئے کہ ایک اثر میں یوں وارد ہوا ہے کہ جو کسی بدعتی کے ساتھ بیٹھا تو اس سے حفاظت چھین لی جاتی ہے وہ اس کے سپرد کردیا جاتا ہے اور جو کسی بدعتی شخص کی طرف چلا وہ اسلام کو گرانے کے لئے چلا۔

پھر تم شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر نظر ڈالو انہوں نے کہا کہ یہ کلام اور جیسا سلف کا کلام جس میں اہل بدعت وضلالت سے دشمنی رکھنے کا کہا گیا ہے اس کے خلاف بات کرنا اگرچہ ایسی گمراہی ہے جو ملت اسلامیہ سے نکلنے کا تو سبب نہیں بنتی مگر سلف نے اس پر بھی شدت اختیار کی چنانچہ جو شخص جہمیہ کے بارے میں کلام کے خلاف کلام کرتا ہے حالانکہ جہمیہ کو سلف نے کافر قرار دیا ہے تو ان کے بارے میں کیا رائے ہوگی جیسا کہ ابن قیم نے الکافیہ الشافیہ میں کہا:

> ''ان کے کفر پر تقلید کی جاتی ہے ساٹھ کے قریب علماء کے شہر میں اور امام لالکائی نے ان کے بارے میں کفر کا فتویٰ نقل کیا ہے اور ان سے پہلے طبرانی نے''۔

اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ تمام اہل سنت نے خالد کی جعد کے قتل پر تعریف کی ہے:
"سنت کی مدد کرنے والے ہر شخص نے شکر ادا کیا اس کو قربان کرنے پر اللہ تجھ پر رحمت کرے"۔

اسی طرح قبروں کی عبادت کرنے والے ہیں کیونکہ یہ سب اہل الھواء (خواہشات کی اتباع کرنے والے) ہیں بلکہ سلف ان کا غلاۃ (انتہائی متشدد گمراہ) کہا کرتے تھے کیونکہ یہ انبیاء کے بارے میں غلو کرنے میں نصاریٰ کے ساتھ مشابہ ہیں۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ: ابن وضاح نے اس حدیث جس میں یہ کہا گیا ہے کہ اس امت میں کفر اور گمراہی کا فتنہ آئے گا کو بیان کرنے کے بعد کہا فتنہ کفر سے مراد ارتداد (مرتد ہو جانا) ہے اور اس میں اس کو قیدی بنانا اور اس کا مال لوٹنا حلال ہے اور گمراہی کے فتنہ سے مراد وہ ہے جس میں قیدی بنانا اور مال لوٹنا جائز نہ ہو۔

اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اخبرنا اسد اخبرنا رجل عن ابن المبارك قال: قال ابن مسعود: کہ اللہ ہر بدعت کے بدلے اپنا ایک ولی متعین کر دیتا ہے جو اس بدعت کا رد کرتا ہے اور اس بدعت کی نشانیاں بیان کرتا ہے ان جگہوں پر جانے کو غنیمت سمجھو اور اللہ ہر بھروسہ کرو اللہ اعتماد کے لئے کافی ہے۔

پھر انہوں نے اپنی سند سے بعض سلف کا یہ قول نقل کیا کہ انہوں نے کہا: اگر میں کسی کی غلط رائے پر رد کروں تو میرے لئے ایک مہینے کے اعتکاف سے بہتر ہے۔ اخبرنا اسد عن ابی اسحاق الحذاء عن الاوزاعی: امام اوزاعی کہتے ہیں کہ بعض اہل علم کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ بدعتی انسان کی نماز، روزہ، صدقہ، جہاد، نفلی، فرض عبادات قبول نہیں کرتا اور تمہارے اسلاف اپنی زبان سے ان پر شدید تنقید کیا کرتے تھے اور ان کے لئے اپنے دل سخت رکھتے تھے اور لوگوں کو ان کی بدعت سے ڈراتے تھے اور فرماتے ہیں کہ اگر اہل بدعت اپنی بدعت لوگوں سے اپنی بدعت کو ایسے چھپالیں کہ لوگوں کے لئے اس کو واضح کرنا مشکل ہو جائے تو بھی اللہ زیادہ لائق ہے اس کی پکڑ کرنے کا اللہ ہی سے اس کی توبہ کی جائے لیکن اگر وہ اس کو ظاہر کریں اس کے بارے میں معلومات دینا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا صحیح دین لوگوں تک پہنچانا ضروری ہے۔

پھر انہوں نے اپنی سند سے روایت نقل کی کہ ایک شخص حذیفہ رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا ابو موسیٰ بیٹھے ہوئے تھے اس نے پوچھا آپ اس شخص کے بارے میں بتائیں جو اللہ کے لئے غصہ میں قتل کر دیا جائے کیا وہ جہنمی ہے یا جنتی؟ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا وہ جنتی ہے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اس آدمی سے اچھی طرح بات سمجھ لو پھر اس نے بات سمجھائی یہاں تک کہ یہ بات تین دفعہ ہوئی جب تیسری مرتبہ بات ہوئی تو اس نے کہا میں بات نہیں سمجھا سکتا اللہ کی قسم تو حذیفہ نے اس کو اپنے پس بلایا اور کہا ان کو چھوڑو میں بتاتا ہوں اگر تیرا ساتھی حق کے مار دیا جائے تو وہ جنتی ہے اگر وہ حق کو نہیں پہنچا اور نہ اس کو اللہ نے حق کی توفیق عطا فرمائی تو وہ جہنم میں ہے پھر کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور جہنم میں داخل ہوں گے اس طرح کے لوگ جس کے بارے میں تو نے پوچھا ہے اتنے اتنے اور ان وجوہات کی بناء پر۔

پھر انہوں اپنی سند سے حسن رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ تم صاحب بدعت کے ساتھ مت بیٹھو اس لئے کہ وہ تمہارے دل کو بیمار کر دے گا۔

پھر انہوں نے سفیان ثوری سے یہ نقل کیا کہ: جو بدعتی شخص کے ساتھ بیٹھا وہ تین چیزوں میں کسی ایک سے محفوظ نہیں رہے گا یہاں تک کہ اس کے دل میں کوئی ایسی بات داخل ہو جائے گی جس سے وہ آگ میں داخل ہو جائے گا۔ وہ دوسروں کے لئے فتنہ کا باعث بن جائے گا یا پھر وہ یہ کہے گا کہ اللہ کی قسم مجھے نہیں پرواہ کہ وہ کیا کہتے ہیں مجھے اپنے نفس پر کنٹرول ہے۔ پس جس شخص کے دین کو اللہ تعالیٰ حفاظت عطا فرماتا ہے ایک لحظہ بھر کے لئے اس سے یہ حفاظت چھین بھی سکتا ہے۔

پھر انہوں نے اپنی سند سے بعض سلف سے یہ بات نقل کی کہ جو کسی بدعتی کے پاس آیا تا کہ اس کی عزت کرے تو ایسے شخص نے اسلام کو گرانے میں معاونت کی۔

ابراہیم فرماتے ہیں کہ تم اہل بدعت کے پاس نہ بیٹھو نہ ان سے کلام کرو کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ تمہارے دلوں کو مرتد نہ کر دیں ۔ابو قلابہ کہتے ہیں کہ: تم اہل الاھواء (خواہشات کی اتباع) کرنے والوں کے ساتھ مت بیٹھو اور نہ ان سے بحث کرو میں ڈرتا ہوں کہ یہ تمہیں دھوکہ سے گمراہ کر دیں گے یا تمہارے علم کے بارے میں شکوک پیدا کر دیں گے۔

اور شیخ نے لمبی گفتگو کی ہے جو کہ کافی مفید ہے۔

امام حاکم اور بیہقی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ تم اللہ کا قرب حاصل کرو اہل معاصی سے بغض رکھ کر ان سے ترش انداز میں ملو اوران پر ناراضگی سے اللہ کی رضا حاصل کرو۔

مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے الجامع الصغیر کی شرح میں فرمایا: اللہ کی قربت حاصل کرو اللہ کی رضا حاصل کرو اہل معاصی سے بغض رکھ کر اس بناء پر کہ وہ اہل معاصی (گناہوں کے مرتکبین) ہیں نہ کہ ان سے کوئی ذاتی بغض ہو کیونکہ ان سے جو بغض کا حکم دیا گیا ہے اس کی وجہ وہ افعال ہیں جن سے شریعت نے روکا ہے مگر وہ ان کا ارتکاب کرتے ہیں اور ان سے ترش انداز میں ملنے سے مراد ہے منہ چڑھا کر ملو تاکہ وہ ان چیزوں کو دیکھ کر ممکن ہے معاصی ترک کر دیں اور ان پر سختی قائم رکھو کیونکہ یہ دین کے دشمن ہیں اور ان سے دوری اختیار کر کے اللہ کا قرب حاصل کرو کیونکہ ان سے میل ملاپ ایسا زہر ہے جو آپ کو مار ڈالے گا اسی میں وہ عالم بھی شامل ہے جو گناہ گار ہو۔(رواہ ابن شاھین فی کتاب الافراد عن ابن مسعود باسناد ضعیف قال المناوی: واسنادہ الأول واہٍ)

مناوی کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ان لوگوں سے اختلاط (میل جول رکھنا) زہر قاتل ہے کیونکہ اہل معاصی دین کے دشمن ہیں تو جو لوگ اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کے ساتھ اختلاط کرنا شدید وعید کا باعث ہے مثلاً جہمیہ، اباضیہ، قبر پرستوں سے جو کہ طریقہ مسلمین سے خارج ہو چکے ہیں لہٰذا ان کی طرف سے دلائل دینا اس کا دفاع کرنا جو ان کے ساتھ بیٹھنے سے لوگوں کو روکے ان کو گمراہ اور جاہل قرار دینا اور ان کو جاہل قرار دینے کے لئے مقالے تحریر کر کے مختلف شہروں میں پھیلانا یہ سب اہل کفر کی معاونت کے زمرے میں آتا ہے خواہ یہ کام وہ لوگ ہی کیوں نہ کر رہے ہوں جو اپنے آپ کو رسولوں، انبیاء، صالحین کی دعوت کا علمبردار سمجھتے ہوں۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: چوتھی قسم ایسے اختلاط کی جو ہلاکت خیز ہے اور یہ وہ مخالفت ہے جو زہر کے قائم مقام سمجھی جاتی ہے اگر آپ اس سے اتفاق بھی کرتے ہیں تو اس کا تریاق بھی کھا جائے گا لیکن اگر آپ اتفاق نہیں کرتے تو صبر میں اللہ نے حسن انجام رکھا ہے۔

آج اکثریت اسی قسم کے اہل بدعت کی ہے جو لوگوں کو سنت کے خلاف دعوت دے رہے ہیں چنانچہ وہ سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت کا نام دے رہے ہیں اگر آپ خالص توحید پیش کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ تم اولیاء صالحین کی تنقیص (شان میں کمی) کرتے ہو اگر آپ خالص اطاعت رسول کی دعوت دیتے ہو تو یہ کہتے ہیں کہ آپ نے آئمہ کی شان میں گستاخی کی ہے اگر آپ اللہ کی وہ صفات بیان کرتے ہوں جو اس نے اپنے لئے خود بیان فرمائی ہیں اور اس کے رسول ﷺ نے بیان فرمائی ہیں اور آپ بغیر غلو اور بغیر کمی کے بیان کرتے ہو تو یہ کہتے ہیں کہ آپ شبھین (اللہ کو مخلوق کے مشابہ قرار دینے والے) میں سے ہو۔ اگر آپ ان باتوں کا حکم دیتے ہو یا منع کرتے ہو جن سے اللہ اور اس کے رسول نے منع یا حکم دیا تو یہ آپ کو فتنہ باز کہتے ہیں اگر آپ سنت کی اتباع کرتے ہیں اور اس کے خلاف سب کچھ چھوڑتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ آپ دھوکہ باز ہو اور اگر آپ یہ سب چیزیں چھوڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی شروع کر دیں تو آپ خاسرین (نقصان اٹھانے والے) میں سے ہو جاؤ گے اور ان کے نزدیک منافقین میں شمار ہو گے لہٰذا ان سے ہر طرح بچنا محفوظ رہنا ہی بہتر ہے کیونکہ اس میں ہی اللہ اور اس کے رسول کی رضا اور ان کا غضب ہے لہٰذا ان کو غضبناک کر کے اللہ ورسول کی رضا حاصل کرنا آپ کے ایمان کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔

چنانچہ ان کے اس مقالے کو دیکھو جس میں انہوں نے طلبۃ العلم کے بارے میں دعویٰ کیا کہ انہوں نے مسلمانوں کو صراط مستقیم سے متنفر کیا ہے اور آپ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا کلام دیکھیں تو بڑی تعجب خیز بات سامنے آئے گی۔

معترض کا یہ بھی اعتراض ہے کہ: ((ان میں سے بعض لوگ سلام نہیں کرتے اور بعض لوگ سلام کا جواب نہیں دیتے))۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض ہمارے وہ بھائی جو جہمیہ، اباضیہ، قبر پرستوں اور ان کی سرپرستی کرنے والوں اور ان کا دفاع کرنے والوں کے علاوہ ہیں اور وہ بدعتیوں کو سلام کرنے میں ابتداء نہیں کرتے یا جواب نہیں دیتے تو وہ نبی علیہ السلام کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں کیونکہ صحابہ، تابعین آئمہ مجتہدین کا بھی یہی عمل تھا اور ہمارے لئے رسول اللہ ﷺ اسوۂ حسنہ ہیں۔ کیونکہ نبی علیہ السلام نے کعب بن مالک اور اس کے ساتھیوں سے گفتگو بند کر دی تھی حالانکہ یہ بدری صحابی تھے جب وہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے چنانچہ آپ ﷺ نے سلام وکلام بند کر دیا یہ واقعہ بخاری میں موجود ہے حالانکہ یہ فاضل صحابہ میں شمار ہوتے ہیں چونکہ انہوں نے ایک نیا کام کیا تھا جس پر ان کے خلاف تعزیراً و تادیباً یہ کاروائی عمل میں لائی گئی حتیٰ کہ اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔

شیخ الاسلام منہاج السنۃ میں فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ بعض مومنین سے کلام کرنا چھوڑ دیتے تھے جیسا کہ ان تین سے کلام کرنا چھوڑ دیا جو غزوہ تبوک س پیچھے رہ گئے تھے اس سے مقصود یہ ہے کہ مخلوق اللہ کو اطاعت کی دعوت مستحکم طریقے سے دی جائے تو اس میں رغبت کے ساتھ ساتھ ڈر بھی استعمال کیا جاتا ہے اور دونوں میں مصلحت ہے۔

چنانچہ شیخ الاسلام نے یہ بات واضح کر دی کہ مخلوق کو اللہ کی اطاعت کی طرف بلانے میں اگر کسی سے کلام کو چھوڑنا مفید ہو تو یہ اچھا عمل ہے۔

اسی طرح جب عمار بن یاسر کو اس کے گھر والوں نے زعفران مل دی تو آپ نے سلام کا جواب نہیں دیا اور کہا جاؤ پہلے یہ دھو کر آؤ۔ اسی طرح آپ نے اس شخص کے سلام کا جواب نہیں دیا جس نے اپنے گھر کی بنیاد اونچی کی یہاں تک کہ اس نے اس کو گرا دیا۔ ایک شخص نے سرخ رنگ کی دھاری دار دو چادریں پہن رکھی تھیں آپ ﷺ گزرے تو اس نے سلام کیا مگر آپ ﷺ نے اس کا جواب نہیں دیا۔

ادب المفرد للبخاری میں ہے کہ نبی علیہ السلام کسی قوم کے پاس سے گزرے ان میں سے ایک شخص نے باریک کپڑے پہن رکھے تھے آپ ﷺ نے قوم کو سلام کیا مگر اس شخص سے اعراض کیا چنانچہ اس نے پوچھا کہ آپ ﷺ نے مجھ سے کیوں اعراض کیا ہے تو آپ ﷺ نے جواب دیا تیری دونوں آنکھوں کے درمیان انگارہ ہے۔

اسی میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: شراب پینے والے کو سلام مت کرو۔

قتادہ عن الحسن سے مروی ہے کہ: تیرے اور فاسق کے درمیان حرمت نہیں ہے۔

ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: میرا بھائی میرے گھر میں بیس سال اقامت پذیر رہا میں نے اس سے کلام نہیں کیا اور انہوں نے اشارہ کیا کہ وہ اپنی نسبت روافض کی طرف کرتا تھا۔ ابو حفص رافضیوں سے دس دس سال کلام نہیں کرتے تھے۔

قاضی ابو حسین کہتے ہیں کہ: میں نے اپنے بعض بھائیوں کی کتب میں پڑھا ہے کہ ابن رجاء کو جب کسی رافضی کے فوت ہو جانے کی خبر ملتی اور یہ پتہ لگتا کہ اس کو فلاں شخص نے کفن بیچا ہے یا فلاں شخص نے غسل دیا ہے یا فلاں شخص اس کے جنازے کو اٹھانے میں شریک ہوا ہے تو وہ ان سے کلام چھوڑ دیتے تھے۔

مہلب کہتے ہیں کہ: اہل معاصی سے گفتگو ترک کرنا سنت ہے۔

فتح میں کہا کہ بعض حنفیہ نے بہت زیادہ مذاق لہو فحش گفتگو بازاروں میں بیٹھ کر عورتوں کو دیکھنا وغیرہ کو بھی معاصی میں شمار کیا اور ایسے لوگوں سے کلام چھوڑنا درست ہے۔

اگر ہم علماء کے اقوال نقل کرنا شروع کر دیں تو گفتگو لمبی ہو جائے گی مقصد ہمارا یہ ہے کہ ہم نبی علیہ السلام و صحابہ، تابعین کا طریقہ واضح کر دیں کہ وہ اہل معاصی، بدعتیوں سے کلام چھوڑ دیتے تھے اور فاضل علماء نے بھی یہی بات کہی ہے لہٰذا جو اس طریقے پر عمل کرتا ہے وہ صراطِ مستقیم پر عمل کرتا ہے۔

معترض نے اپنے رسالہ کے شروع میں ذکر کیا ہے کہ جو اپنے آپ کو نصیحت چاہتا ہے اور اپنے نفس کی نجات و کامیابی و سعادت چاہتا ہے اس کو چاہئیے کہ وہ نصیحت کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے سیکھے جس سے وہ جہالت سے نکل کر ہدایت یافتہ جماعت میں داخل ہو جائے مگر کچھ لوگ اس میں کوتاہی کرتے ہیں کچھ اضافہ کر لیتے ہیں اور کچھ بالکل محروم ہیں اب جبکہ ہم نبی علیہ السلام، صحابہ کا طریقہ، سیرت، واضح کر دیا ہے اور کچھ لوگ اس کی اتباع میں کھڑے بھی ہو گئے ہیں تو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو یوں اپنایا کہ متبعین کو جاہل و گمراہ قرار دیدیا اور یہ کہنے لگے کہ یہ لوگ تو مسلمانوں کو صراط مستقیم سے متنفر کر رہے ہیں۔ جس سے ہر انصاف کرنے والے کے سامنے یہ بات واضح ہو گئی کہ جو ان لوگوں کو جاہل و گمراہ قرار دے رہے ہیں در حقیقت وہی لوگ صراط مستقیم سے انحراف کر رہے ہیں اور نبی علیہ السلام کا منہج ان کو میسر نہیں ہے اور یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے محروم لوگ ہیں۔ ومن لم یجعل اللہ نورا فمالہ من نور "جس کے لئے اللہ نور نہ پیدا کرے اس کے لئے کوئی نور نہیں پیدا کر سکتا"۔

ان کا یہ کہنا کہ:((اللہ کے لئے اے مصنف کیا اس طرح اللہ کی طرف دعوت دی جاتی ہے کیا سیرت محمد ﷺ اس طرح ہوتی ہے))۔

تو میں کہتا ہوں: ہاں دعوت الی اللہ اسی طرح ہوتی ہے اور نبی علیہ السلام کی سیرت پر عمل اسی طرح ہوتا ہے چنانچہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے کلام سے واقفیت رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ ہماری دعوت سیرت نبوی ﷺ کے مطابق ہے اور یہی صحابہ وسلف وعلماء وصالحین کا طریقہ رہا ہے مگر جو آپ ﷺ کی سیرت وطریقہ سے جاہل ہے اور اسے اس کی معرفت حاصل نہیں ہے ایسا شخص ہماری دعوت کا یہ کہہ کر انکار کرے گا کہ یہ سیرت نبوی کے مطابق نہیں ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ نبی علیہ السلام کا طریقہ بیان کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے ان تین اشخاص سے کلام بند کر دیا جبکہ باقی پیچھے رہنے والوں سے نہیں کیا تو یہ اس بات کی دلیل تھی کہ وہ سچے تھے اور باقی پیچھے رہنے والے جن سے کلام بند نہیں کیا جھوٹے تھے اور آپ ﷺ نے ان کی غلطی پر تنبیہ کرنے کے لئے بات چیت بند کر دی تھی منافقین تو ان کے پیچھے رہنے کا جرم اس قدر شدید تھا کہ وہ اس کی سزا کلام بند کر دینے سے زیادہ تھی کیونکہ ان تین کی بیماری کی دواء نفاق کے مریضوں پر اثر انداز نہیں ہوتی تھی اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کو سزا دیتے ہوئے یہی طریقہ اختیار فرماتا ہے چنانچہ وہ اپنی کسی محبوب مومن بندے کو تادیباً سزا دیتا ہے تاکہ وہ بیدار رہے اور غلطیوں سے اجتناب کرے اور جو اللہ کی نگاہوں میں گر چکا ہو وہ اس کے گناہوں پر تنبیہ نہیں کرتا بلکہ اس کا راستہ چھوڑ دیتا ہے بلکہ جب بھی وہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اللہ کے لئے کوئی نئی نعمت پیدا کر دیتا ہے۔ مگر مغرور دھوکہ میں رہنے والا شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہ نعمت کا ملنا اس کی عزت افزائی ہے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ اس کی توہین کا سبب ہے اور اللہ اس کو عذاب شدید دینا چاہتا ہے اور ایسی سزا دینا چاہتا ہے جس سے عافیت نہیں مل سکتی جیسا کہ ایک مشہور حدیث میں آیا ہے کہ "جب اللہ اپنے بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو دنیا میں سزا دینے میں جلدی کرتا ہے اور اگر اللہ اپنے بندے کے ساتھ شر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی دنیا میں سزا روک دیتا ہے چنانچہ اس کی سزا قیامت میں ہوگی"۔ چنانچہ ابن قیم رحمہ اللہ کے کلام پر غور کرو اور علماء کے ان اقوال پر جو ہم نے پیش کئے ہیں جو حافظ محمد بن وضاح نے بیان کئے ہیں کہ ایمان والے اہل بدعت سے کس طرح عداوت اور غضب شدید اور ان کو معیوب سمجھتے ہیں اور ان لوگوں کو ان کے ساتھ بیٹھنے سے ڈراتے ہیں جب کوئی انصاف پسند شخص اپنے اوپر سے جہالت اور تعصب کا پردہ ہٹا کر ان اقوال پر غور کرتا ہے اور سلف صالحین کی سیرت کو پہچان لیتا ہے اور صدرِ اول (پہلی صدی) کے لوگوں کی سیرت وکردار اس کے سامنے ہو تو وہ ان اعتراضات کرنے والوں کی جہالت کو سمجھ لیتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ اخوان نبی علیہ السلام کی ہدایت وسیرت پر چل رہے ہیں اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہیں ان لوگوں نے صرف ان کو کافر قرار دیا ہے جن کو اللہ اور اس کے رسول نے کافر کہا ہے اور علماء نے ان کے کفر پر یہ اجماع نقل کیا ہے اور ان لوگوں سے سلام کرنا چھوڑا جو ان کو کافر نہیں سمجھتے بلکہ ان سے موالات رکھتے ہیں اور ان کا دفاع کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ہی لوگوں نے ان کو جہالت پر آمادہ کیا ہے اور ان لوگوں کی وجہ سے ہی ان میں شبہ وتاویل کرنے کی عادت پیدا ہوئی ہے اور وہ اس تاویل اور شبہات پیدا کرنے اور اس پر جدال کرنے کو دعوت الی اللہ سمجھتے ہیں اسی بناء پر ان سے ابتداء صرف سلام چھوڑنے اور ان پر رد کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے کیونکہ نبی علیہ السلام نے بھی اپنے سچے صحابہ سے بھی سلام وکلام چھوڑ دیا تھا کیونکہ انہوں نے ایک چھوٹے سے گناہ کا ارتکاب کیا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین سے سلام وکلام ترک نہیں کیا تھا کیونکہ ان کا جرم ایسا تھا کہ تادیباً سزا ان کو فائدہ نہیں دیتی تھی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقین کے عذر کو قبول کر لیا اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا نبی علیہ السلام نے ان کو سزا اس لئے نہیں دی تھی کہ کہیں یہ مشہور نہ ہو جائے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں اس لئے نہیں کہ ان کا جرم اس چیز کا متحمل نہیں تھا۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر لمبی بحث کی ہے اپنی کتاب الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول میں۔ لہٰذا طلبہ علم پر ان کا اعتراض اور ان پر طعن وتشنیع کرنا کہ انہوں نے اہل معاصی سے سلام وکلام چھوڑ دیا ان کا یہ اعتراضب غلطی پر مبنی ہے کیونکہ اہل معاصی سے کلام چھوڑنا عین منہج نبوی کے مطابق ہے لیکن ان لوگوں سے کلام چھوڑنا جو اللہ کی صفات کا انکار کرتے ہیں مثلاً اللہ کے علو کا انکار تو یہ اللہ کے دشمن اور دین کے بھی دشمن ہیں ان سے ان کی اس کفریہ حرکت پر کلام چھوڑ دینا عین سنت نبوی کے مطابق ہے لہٰذا لوگوں کا اعتراض غلط ہے۔

ان کا یہ اعتراض کرنا کہ: ”ان لوگوں کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ناصحین کے بارے میں بدگمانیاں پیدا ہو رہی ہیں جب بعض لوگ کسی کو کوئی نصیحت کرنا چاہتے ہیں تو کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ان کی نصیحت نہ سنو کیونکہ یہ لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں لہٰذا ان کی نصیحت قبول نہ کرو اور اس کا سبب بعض جاہلوں اور بے وقوفوں کی یہ جہالت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ان کے ناموں کی کوئی ضرورت نہیں ہے آزاد شخص کو صرف اشارہ کافی ہوتا ہے یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ دعاۃ الیٰ اللہ ہیں اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر والے ہیں حالانکہ ان کا فساد ان کی اصلاح سے زیادہ ہے“۔

اس کے جواب میں ہم یہی کہیں گے کہ سبحان اللہ ما اعظم شانہ واعز سلطانہ اللہ کی شان عظیم ہے اور اس کی سلطنت سب سے زیادہ عزت والی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح مہر ثبت کر دیتا ہے ان لوگوں کے دلوں پر جو علم ومعرفت سے دور ہیں دیکھو شیطان نے کس

طرح ان لوگوں کے بارے میں جو اہل علم ہیں دھوکہ بازیاں پھیلادیں کیونکہ شیطان کا یہ طریقہ ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے والوں کے بارے میں بہت سارے لوگوں کے دلوں میں وسواس پیدا کرچکا ہے اور ان لوگوں کی زبان پر شیطان نے یہ بات ڈال دی ہے تاکہ لوگوں میں امر بالمعروف کے بارے میں شبہات پیدا کردیئے جائیں تاکہ لوگ اس فریضے کو ترک کرڈالیں اور اس طرح لوگوں کو نصیحت قبول کرنے سے متنفر کیا جاسکے اور لوگ یہ سمجھیں کہ یہ معروف کا حکم دینے والے منکرات سے روکنے والا جاہل ہے لہٰذا اس کو عقل تسلیم نہیں کرتی۔ اور لوگوں کے نزدیک عقل ہی سب سے بڑی چیز ہے حالانکہ اسی عقل کی بنائی پر بہت سے لوگ ہلاکت وبربادی میں واقع ہوگئے۔ اور یہ صرف عقل پر بھروسہ کرنادراصل نفاق کا ثمرہ ہے کیونکہ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ عقل ہی سب لوگوں کو راضی رکھ سکتی ہے لہٰذا لوگوں کو ان کی خواہشات اور ان کے اغراض ومقاصد سے نہ روکنا یہ لوگوں میں آپ کی محبت کو بڑھادے گا اور مزید یہ کہتے ہیں لوگوں میں داخل ہونا تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے لہٰذا تم ان سے بغض نہ رکھو ورنہ لوگ آپ کی نصیحت قبول نہیں کریں گے حالانکہ یہ انتہائی فساد پر مبنی بات ہے کیونکہ ایسا کرنے والا درحقیقت اللہ کی رضا چھوڑ کر لوگوں کی رضا حاصل کرنا چاہتا ہے گویا اس کے نزدیک مخلوق اللہ کے مقابلے میں زیادہ جلیل وعظیم ہے حالانکہ جو شخص اللہ کی ناراضگی کی پراہ نہ کرتے ہوئے لوگوں کی رضا حاصل کرنا چاہتا ہے اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے اور لوگوں کی ناراضگی بھی اللہ مسلط کردیتا ہے لہٰذا جو اپنے نفس کی اصلاح اور نجات چاہتا ہے اس کو چاہئیے کہ اللہ کی رضا تلاش کرے اور اللہ کے دشمنوں سے دشمنی رکھے اور یہ بات ذہن نشین کرلے کہ یہی اصولی بات ہے کہ جب تک آپ اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی نہیں رکھیں گے اور ان کا مقاطعہ (بائیکاٹ) نہیں کریں گے اور ان کے خلاف جہاد نہیں کریں گے اور ان سے اپنی براءت کا اعلان نہیں کریں گے اس وقت تک آپ کو نہ تو استقامت مل سکتی ہے اور نہ ثابت قدمی اور اللہ کا قرب بھی ایسے لوگوں سے دشمنی رکھنے اور ان کے عیوب ظاہر میں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ م بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ،كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ،تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ،وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾(مائدہ:81-78)

''لعنت کردی گئی بنی اسرائیل کے کافروں پر داؤد علیہ السلام کی زبانی ان کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کی وجہ سے وہ منکر سے منع نہیں کرتے تھے البتہ برا ہے جو وہ کرتے تھے تم دیکھتے ہو ان میں سے بہت سارے لوگوں کو کہ وہ دوستیاں رکھتے ہیں ان لوگوں سے جو کافر ہوئے البتہ برا ہے جو ان کے نفس نے ان کے لئے آگے بھیجا ان پر اللہ

ناراض ہوا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے اگر وہ اللہ اور نبی پر ایمان رکھتے اور اس چیز پر جو اس نبی پر نازل پر نازل کیا گیا اور وہ (ان کفار) کو اپنا ولی نہ بناتے مگر ان کی اکثریت فاسق ہے"۔

اکثر لوگ جو چیز عادت کے لحاظ سے اچھی معلوم ہوتی ہے اس کی پیروی کرتے ہیں اور اس کی تعریف کرتے ہیں اور اللہ کے لئے بائیکاٹ کرنا لوگوں سے مجاہدہ کرنا اور اللہ کے دشمنوں کو رسوا کرنا وغیرہ کو یہ لوگ برا سمجھتے ہیں اور ایسا کرنے والے کو غلط سمجھتے ہیں آج کل بہت سے لوگوں کے نزدیک اس کو برا سمجھنا عادت بن چکی ہے حالانکہ یہ شیطانی خیال ہے اور شیطان ہی ان لوگوں کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے شیطان لوگوں کو سمجھاتا ہے کہ کسی کے دین پر تنقید کرنا حسن اخلاق کے منافی ہے جب لوگ اس کو حسن اخلاق سمجھ لیتے ہیں باقی لوگ بھی ان کی اتباع کرتے ہیں تو گویا یہ لوگ خود بھی فتنہ ہیں دوسروں کے لئے بھی فتنہ ہیں اسی بناء پر شارعu نے اس فتنہ سے خبر دار کیا جو علماء اور بندوں میں فساد پیدا کردے اور آپ ﷺ اس قسم کے فتنے سے اپنی امت کے لئے ڈرتے تھے مومن پر جب یہ حقائق واضح ہو جاتے ہیں تو گویا یہ اس کے لئے ایک بہت بڑا انعام ہوتا ہے اور یہ بہت بڑی سعادت کی بات ہوتی ہے اگر کہنے والے کچھ کہتے رہیں۔

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اصل دین دو اوامر کا نام ہے:
پہلا امر: اللہ کی عبادت اس میں کسی کو شریک نہ کیا جائے اور اس کی رغبت رکھنا دلانا اور اس کی وجہ سے دوستی رکھنا اور اس کے ترک پر کسی کو کافر سمجھنا۔

امر ثانی: یہ ہے کہ شرک سے لوگوں کو ڈرانا اس شرک کو کرنے پر لوگوں پر سختی کرنا، دشمنی رکھنا اور جو شرک کرتا ہے اس کو کافر سمجھنا پس ضروری ہے جو شرک کرتا ہے اس کو کافر سمجھا جائے اور لوگوں کو اس سے ڈرایا جائے اور اس پر سختی کی جائے اور اس کی وجہ سے دشمنی رکھی جائے اور جو اللہ کی عبادت کا حکم دے ان سے دوستی (موالات) رکھی جائے اور لوگوں کو اس رغبت دلائی جائے اور انہیں کافر سمجھا جائے جو اللہ کی عبادت کو ترک کر دیں ہم اللہ سے ہدایت کا سوال کرتے ہیں اپنے لئے بھی اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے بھی کہ وہ اللہ ہمیں اپنے صراط مستقیم پر گامزن کر دے۔

معترض کا یہ کہنا کہ: امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے والے کے لئے ضروری ہے کہ علم رکھتا ہو۔ فقیہ ہو بردبار اور صبر کرنے والا ہو۔

میں کہتا ہوں: یہ سچ ہے اور یہ ضروری بھی ہے مگر ان کی اس بات سے ان پر رد نہیں ہو سکتا جو اللہ کے دشمنوں جہمیہ، اباضیہ مرتدوں سے دشمنی رکھتے ہیں کیونکہ ان سے دشمنی رکھنے کے لئے عالم ہونا، صابر ہونا، فقیہ ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ یہ تو ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ اللہ کے دشمنوں سے اپنے علم وصبر کے مطابق دشمنی رکھیں مگر شریعت سے تجاوز نہ کریں کیونکہ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے (جو شخص تم میں سے کوئی برائی دیکھے اس کو چاہئیے کہ وہ اس کو اپنے ہاتھ سے روکے اگر وہ اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو اپنی زبان سے اگر وہ اس کی بھی استطاعت نہیں رکھتا تو اپنے دل سے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔

معترض کا یہ کہنا کہ: کیا تمہیں یہ آیت کافی نہیں ہے:

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ (نحل:125)

"آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دعوت دیں اپنے رب کی طرف حکمت اور اچھے وعظ کے ذریعے"۔

یعنی ترغیت وترہیب سے دعوت دیں اور ان سے بحث ومباحثہ اچھے طریقے سے کریں یعنی ایسے دلائل سے جو مسلمہ ہیں جس کو ہر شخص قبول کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ بات بالکل برحق ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور اس میں کہیں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ جب انہیں موعظہ حسنہ کے ذریعے دعوت دیں اور ان سے احسن طریقے سے جدال کریں کہ ان کا مقاطعہ، بائیکاٹ نہیں کیا جائے گا اور ان سے اللہ کے لئے براءت نہیں کی جائے گی جب معاملہ اسی طرح ہے تو ان جہمیہ، اباضیہ مرتدوں اور قبر پرستوں کا معاملہ ان تین باتوں پر مشتمل ہو گا:

① پہلی بات یا تو آپ نے انہیں حکمت اور موعظ حسنہ کے ذریعے دعوت دی ہو اور ان سے براہین کے ذریعے بحث کی ہو جن کو تسلیم کیا جاتا ہے اور انہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کر لیا ہو اور دین حق وہدایت کو مان لیا ہو اور اپنی گمراہی سے رجوع کر لیا ہو اور

توبہ کرلی ہو اور اس عقیدہ سے وابستہ ہوگئے ہوں جس سے اہل سنت والجماعت ہیں ایسی صورت میں ان سے دشمنی رکھنا ان پر اعتراضات کرنا ظلم اور غلط ہے ایسا کرنے والا زیادتی کرتا ہے۔

② دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے ان کو دعوت دی انہوں نے اس ہدایت، دین حق اور اہل ست والجماعت کے طریقے کو قبول نہیں کیا بلکہ تکبر وعناد اور سرکشی کا مظاہرہ کیا اور اللہ کے خلاف اسی طرح سرکشی کی جس طرح اونٹ کرتا ہے اور حجت قائم ہوچکی تو ایسی صورت میں ان کو کافر قرار دینے میں اور ان سے دشمنی ظاہر کرنے اور ان سے براءت کا اعلان کرے میں اور ان سے بغض رکھنے میں اور لوگوں کو ان سے نفرت دلانے اور نفرت رکھنے میں اور لوگوں کو ان سے دور کرنے اور ان کا بائیکاٹ کرنے میں کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے کیونکہ حجت قائم ہوچکی دلائل ان تک پہنچ چکے ہیں۔

③ تیسری بات یہ کہ آپ نے ان کو دعوت ہی نہیں دی اور نہ ان کو نصیحت کی ان کے مددگار ہوچکے ہو اور ان کے دفاع میں لگے ہوئے ہو اللہ کی طرف موعظہ حسنہ کے ذریعے دعوت دینے سے قبل اور ان پر دلائل قائم کرنے سے پہلے

﴿هٰٓاَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَآءِ جَادَلۡتُمۡ عَنۡهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا فَمَنۡ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنۡهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اَمۡ مَّنۡ يَّكُوۡنُ عَلَيۡهِمۡ وَكِيۡلًا﴾(نساء:109)

''تم وہی لوگ ہو جنہوں نے دنیا میں ان کے لئے جھگڑا کیا قیامت میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں کون جھگڑا کرے گا یا ان کے لئے کارساز ہو گا''۔

اور تم نے خود کو ان کے دفاع میں خلاف بنالیا تم ان لوگوں کے رد میں تحریر کرتے ہو جو ان سے دشمنی رکھیں، ان پر غالب آجائیں ان سے ناراض ہو جائیں اوران کے عیوب، کمینگی اور گمراہی کو فاش کریں تو کیا تم اس دن سے ڈرتے نہیں ہو جس دن تم اللہ کی جانب لوٹا دیئے جاؤ گے۔

معترض کا یہ کہنا کہ: جب سید الرسل صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کو صبر کا حکم تھا بلکہ تمام انبیاء کو یہی حکم تھا قرآن وحدیث میں کئی مقامات پر اس کا تذکرہ آچکا ہے تو انہیں بھی صبر کرنا چاہئیے۔

میں کہتا ہوں کہ : یہ بات بھی بالکل برحق ہے کہ صبر کرنا چاہئیے مگر یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے ان مواضع پر جہاں انہوں نے سیرت نقل کی ہے یہ بات بھی نقل کی ہے اور کہا ہے الموضع الثانی انه صلی اللہ علیہ وسلم یعنی دوسرا مقام یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کو ڈرانے کے لئے کھڑے ہوئے اور توحید کی دعوت دینے لگے جس کو ان لوگوں نے ناپسند نہیں کیا بلکہ اس کو اچھا سمجھا اور اس عقیدہ توحید اور اسلام میں داخل ہونے کے بارے میں یہ سوچنے لگے یہاں تک کہ کچھ لوگوں نے یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ یہ ان کے دین کو گالیاں دیتے ہیں اور ان کے علماء کو جاہل اور ان کی آراء کو بے وقوفی قرار دیتے ہیں یہ سن کی ان کی دشمنی پر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے انہوں نے ہمیں بے وقوف کہا اور ہمارے دین میں عیب نکالا، ہمارے معبودوں کو گالیاں دیں، حالانکہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو اور نہ ملائکہ کو نہ صالحین کو کبھی برا کہا مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ بتایا کہ یہ کسی کو نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے اور ان کو پکارنا درست نہیں ہے لوگوں نے اس بات کو گالی شمار کر لیا۔

اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ کسی بھی انسان کا اسلام اس وقت تک درست اور سیدھا نہیں ہو سکتا جب تک وہ مشرکین سے عداوت نہ رکھے اور اپنی عداوت واضح نہ کر دے اگرچہ وہ اللہ کو اکیلا ہی کیوں نہ مانتا اور شرک کو ترک کر چکا ہو جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ﴾ (المجادلۃ:22)

”آپ کسی ایسی قوم کو نہیں پائیں گے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو کہ وہ ان سے دوستی رکھتی ہو جو اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی رکھتی ہو“۔

جب یہ بات آپ اچھی طرح سمجھ گئے تو یہ بات بھی سمجھ گئے کہ بہت سارے لوگ جو دین کا دعویٰ کرتے ہیں مگر انہیں نہ تو دین کی معرفت ہے اور نہ اس کی سمجھ ہے ورنہ کس چیز نے مسلمانوں کو عذاب، قید، مار، ہجرت حبشہ کو برداشت کرنے پر آمادہ کیا باوجود اس بات کے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ رحم دل تھے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے ان تمام چیزوں سے رخصت پاتے تو ضرور رخصت دیتے۔ اور کیسے رخصت دیتے جبکہ قرآن میں یہ حکم نازل ہو چکا تھا

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ﴾ (العنکبوت:10)

”لوگوں میں سے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اللہ پر مگر جب انہیں اللہ کی وجہ سے تکلیف دی جاتی ہے تو لوگوں کے اس فتنے کو وہ اللہ کے عذاب کی طرح سمجھ لیتے ہیں“۔

جب یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں اتری جن کی موافقت صرف ان کی زبان کرتی ہے تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا۔

اس سے ظاہر ہوا یہ صبر کا حکم نبی علیہ السلام نے ابتداء اسلام میں دیا تھا مگر جب یہ حکم اترا:

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ﴾ (حجر 94)

"کر گزرو جس کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے مشرکین سے اعراض کرو"۔

چنانچہ لوگوں نے اس بناء پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دین کی برائی بیان کرنی شروع کر دی اور ان کی رائے کو بے وقوفانہ قرار دیدیا۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے خلاف باتیں شروع کر دیں تو اگر آج کے دور مں بھی کسی اللہ اور اس کے رسول کے دشمن سے دشمنی رکھتا ہے اور اپنے بغض کو ظاہر کرتا ہے اور ان کے کفر کو لوگوں کے سامنے واضح کرتا ہے اور ان سے براءت کا اعلان کرتا ہے تو لوگ ان سے بھی عداوت رکھتے ہیں اور انہیں ایذائیں پہنچاتے ہیں اور یہ لازمی امر ہے جب لوگوں نے نبی علیہ السلام کے ساتھ یہی معاملہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مشرکین کے خلاف یہی معاملہ کیا کہ ان کے کفر کو واضح کیا اور اپنی عداوت واضح کی تو تمہارے لئے نبی علیہ السلام اسوۂ حسنہ ہیں۔

معترض کا یہ کہنا کہ: مسلمانوں کو قرآن میں کئی جگہ صبر کا حکم دیا گیا ہے اور احادیث میں بھی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات بالکل برحق ہے مگر جس چیز کی تم دعوت دے رہے ہو اس کے خلاف ہے کیونکہ قرآن میں تکالیف پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ کی طرف دعوت دینے میں جو مشقتیں آتی ہیں اس پر صبر کا لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے صبر کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اور نہ اس بات پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ لوگ معاصی پر قائم ہوں اور آپ صبر کر کے بیٹھ جائیں اور ان سے نرمی کا برتاؤ کرتے رہیں کیونکہ ان جاہلوں کے نزدیک لوگوں کو معصیات پر ٹوکنا اور ان سے منع کرنا اسلام سے متنفر کرنے کے برابر ہے اس پر علماء کے اقوال و گفتگو گزر چکی ہے جو کہ کافی ہے۔ اس کے لئے کافی وشافی ہے اس کے لئے جو دل سے متوجہ ہو کر کان لگائے اور وہ حاضر ہو۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ صبر اللہ کے مخلص بندوں کی صفات میں شامل ہے چنانچہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ (وہ دنیا میں سب سے زیادہ صبر کرنے والے تھے اور ماضی میں ان کے مشابہ کوئی نہیں تھا بدعات ان کے زمانے میں آئیں تو انہوں نے ان کی نفی کر دی دنیا نے اس کا انکار کر دیا) یہ آئمہ متقین کا حال تھا ایسے ہی لوگوں کی اللہ نے اپنی کتاب میں صفت بیان فرمائی ہے

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ﴾ (سجدۃ:24)

”اور ہم نے ان میں سے لوگوں کو آئمہ بنایا جو لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے ہمارے احکامات کی جب انہوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے“۔

پس صبر سے شہوات چھوڑی جاتی ہیں اور یقین سے شبہات دفع ہو جاتے ہیں جیسا کہ اللہ فرماتا ہے

﴿وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ (عصر:3)

ایک دوسرے کو حق اور صبر کی نصیحت کرو“۔

اور اللہ کا فرمان ہے

﴿وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ﴾ (ص:45)

”ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق، یعقوب کا تذکرہ کیجئے جو کہ قوت اور بصارت والے لوگ تھے“۔

بعض مراسیل میں یوں مروی ہے کہ: اللہ ان نگاہوں سے محبت کرتا ہے جو شبہات وارد ہونے پر تنقید کرتی ہیں اور اس عقل سے بھی جو شہوات کے موقع پر اپنی کاملیت کا ثبوت دیتی ہے۔

پس جو اہل بدعت کے دفاع میں مجادلہ ومباحثہ کرتا ہے (اہل کفر کے دفاع میں نہیں) ایسا شخص ان سلف کے طریقہ کے خلاف کرتا ہے جن کو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کی تکلیف پر صبر کا حکم دیا گیا ہے

﴿وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ﴾ (فصلت:35)

”اور نہیں یہ ملتی مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں اور یہ نہیں مل سکتی مگر ان لوگوں کو جن کے پاس حظ عظیم ہو“۔

اور اس بات پر صبر کرنا محمود و مستحسن نہیں ہے کہ انسان اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کے ساتھ ہو جائیں اور اس کا دین نرمی ، چشم پوشی کا حکم دیتا رہے اور وہ اس کو صبر قرار دے رہا ہو جبکہ لوگ محارم پر سوار ہوں اور وہ اس پر ڈٹے ہوئے ہوں اور انہیں یہ علم یقین ہو کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں صحیح ہے اور شیطان یہ بات مزین کر کے پیش کر دے گا تکلیف پر صبر کرو اور اللہ کی طرف دعوت دینے کی بجائے صبر سے کام لو یہ شخص کل کو ان دین دشمن لوگوں کے ساتھ ہمنوالہ اور ہم پیالہ ہو جائے گا چنانچہ سنن میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا: ”تم سے پہلے لوگوں میں جب کوئی برائی کا ارتکاب کرتا تو منع کرنے والا ان کے پاس آکر انہیں ڈراتا مگر جب وہ اگلے دن ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاتا پیتا تو ایسا ہو جاتا جیسے اس نے کچھ دیکھا ہی نہیں پس جب اللہ نے یہ دیکھا تو ان کے دل بعض کے بعض سے پھیر دیئے اور ان پر داؤد علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی لعنت فرمائی کیونکہ یہ نافرمانیاں اور زیادتی کرتے تھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے تم امر بالمعروف کا حکم دیتے رہو منکرات سے روکتے رہو ورنہ اللہ تمہارے دلوں کو موڑ دے گا پھر وہ اسی طرح لعنت کرے گا جس طرح ان پر لعنت کی لہٰذا لوگوں کے ساتھ چلنا اور انہیں اللہ کی ناراضگی کی بنیاد پر خوش کرنا ان سے نرمی اختیار کرنا اور اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت میں پہنچے والی تکالیف کو ترک کرنا اور یہ دعویٰ کرنا کہ یہ صبر ہے ان جاہلوں کی سوچ اسی بات کے گرد گھومتی ہے حالانکہ یہ عین اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت ہے اگر یہ بات فرض کرلی جائے کہ اہل معاصی کے معاملے میں صبر سے کام لینا چاہئیے تو یہ بات ایک حد تک تسلیم کی جاسکتی ہے لیکن جہمیہ ، اباضیہ ، قبر پرستوں سے نرمی اختیار کرنا اور ان پر شفقت ، احسان ، نرمی ، رحمت کرنا اور انہیں ایسی خوشخبریاں دینا ایمان کے منافی ہیں اور انسان کو اللہ کے غضب میں داخل کر دیتا ہے کیونکہ ان کے سامنے ایک زمانے سے دلائل آچکے ہیں چنانچہ اللہ فرماتا ہے

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ (المجادلۃ:22)

”آپ نہیں پائیں گے اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والوں کو کہ وہ ان لوگوں سے دوستیاں رکھتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی رکھتے ہوں“۔

یہی اس کا جواب کافی ہے۔

اور بعض جہال کی طرف سے جو یہ بیان کیا گیا ہے جب وہ کسی ایسے شخص کو دیکھتے جو سنت کا حکم دے رہا ہو یا اس پر عمل کر رہا ہو تو وہ اس کا انکار کرتے ہیں مثلاً اگر کوئی جلسہ استراحت کرتا ہے دائیں ہاتھ سے تسبیح کرتا ہے اور کسی بعض دفعہ جوتا پہن کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے مشائخ کو ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

میں کہتا ہوں: باتیں باتیں صرف جاہل ہی صادر ہوتی ہو سکتی ہیں جو نبی ﷺ کی سنتوں کا علم نہیں رکھتا چنانچہ نبی ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنا حق اور ہر مسلمان پر واجب ہے اور آپ کی سنت کو کسی کے بھی قول و عمل پر پیش کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ کتنا بڑا عالم کیوں نہ ہو کیونکہ علماء کا اجماع ہے جب کوئی چیز سنت سے ثابت ہو جائے تو یہ دعویٰ کرنا کہ فلاں کا قول تو یوں ہے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ اور یہ حکم سنن مذکورہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ ان تمام سنتوں کے بارے میں حکم ہے جو آپ ﷺ سے ثابت ہیں جس کو آپ نے کیا ہو یا جس کا حکم دیا ہو یا اس لئے کیا ہو کہ لوگ آپ کی اقتداء کریں اگرچہ جلسہ استراحت میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ نماز کی سنت میں شامل ہے یا نہیں یا آپ ﷺ نے یہ حاجت کے لئے کیا تھا اس کا بیان آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

جلسہ استراحت وغیرہ میں اختلاف کی بنسبت اس بحث کے جو ہم پچھلے صفحات میں کر چکے ہیں کوئی زیادہ اہمیت نہیں ہے ہم جو بات واضح کرنا چاہتے ہیں وہ ہے کہ آئمہ اسلام کے اقوال سے یہ بات صراحتاً ثابت ہو گئی ہے کہ جہمیہ، اباضیہ، قبر پرست یہ سب کافر ہیں کیونکہ ان کو دین حق کی دعوت پہنچ چکی ہے اور ہم یہ بات بھی ثابت کر چکے ہیں کہ علماء نے اس سے بچنے دور رہنے کا کا حکم دیا ہے اور ان کے پاس بیٹھنے کلام کرنے سے بھی منع کیا ہے رہا مسئلہ جلسہ استراحت کا یا جوتوں میں نماز پڑھنے کا تو یہ ایسے مسائل نہیں جس پر تنازع کیا جائے لہٰذا جو ان سنن پر عمل کرتا ہے وہ اچھا کرتا ہے جو نہیں کرتا اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ واجبات میں شامل نہیں ہیں۔ لہٰذا یہ سمجھ لینا چاہئیے کہ ان دونوں مسئلوں میں فرق ہے لہٰذا جو عوام میں شبہات پیدا کرتا ہے حالانکہ عوام کو مختلف لوگوں کے اقوال کی حقیقت کا علم نہیں ہے اور یہ مشہور کرنا ہے کہ جہمیہ، اباضیہ، قبر کی عبادت کرنے والوں کے بارے میں فلاں فلاں علماء کے یہ اقوال ہیں حالانکہ ان کے اقوال نبی ﷺ کے احکامات سے موافقت نہیں رکھتے مگر وہ ان کے بے بنیاد دلائل کے ذریعے عوام میں التباس واشتباہ پیدا کرتا ہے تو ایسا شخص حق کو باطل کے ساتھ ملاتا ہے اور لوگوں میں مغالطہ کا دروازہ (دھوکہ کا دروازہ) کھولتا ہے، عوام کو شر میں مبتلا کرتا ہے۔ پس تم پر واجب ہے کہ تم دو دو ہو کر کھڑے ہو جاؤ یا اکیلے اور پھر بصیرت کی نگاہ سے دیکھو کہ آئمہ اسلام نے کیا کہا ہے اور ان کے دلائل پر غور کرو اور اس معاملہ میں تمہیں عزت نفس گناہ پر آمادہ نہ کرے تم خود بھی دیکھو اور لوگوں کو بھی دکھاؤ کہ ان کے دلائل کی کیا شان و شوکت ہے کیونکہ ان کے بارے میں نصوص و دلائل معروف ہیں۔ لہٰذا اگر یہ جہمیہ وغیرہ تمہارے نزدیک مسلمان ہیں تو یہ جو آئمہ کے اقوال ہیں جس سے ان کی تکفیر ہو رہی ہے لیکن اگر وہ کچھ اور ہیں تو اس کے جواب آگے آرہے ہیں۔

ان کا یہ قول کہ تقی الدین ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ میں کہا کہ ان سے پوچھا گیا ان دو آدمیوں کے بارے میں جنہوں نے تکفیر کے مسئلے میں کلام کیا تو انہوں نے فرمایا کہ: مسئلہ تکفیر (مسلمانوں کو کافر قرار دینے کا مسئلہ) خوارج، روافض کی طرف سے آیا ہے کیونکہ وہ مسلمانوں کے آئمہ کو کافر قرار دیا کرتے تھے۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنے عقائد میں خطأ کی ہے اور اہل سنت والجماعت نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ مسلمانوں کے علماء کو کسی کو خالی غلطی کرنے پر کافر قرار دینے کو جائز نہیں سمجھتے بلکہ ہر شخص کے قول کو لیا بھی جاسکتا ہے اور چھوڑا بھی جاسکتا ہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے اور کسی کے قول کو چھوڑنا اتنی بڑی خطأ نہیں ہے جتنا کسی کو کافر اور فاسق قرار دینا ہے۔ کیونکہ اللہ نے مومنین کی دعایوں بیان کی ہے۔

﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا﴾ (بقرہ:286)

''اے ہمارے رب ہمارا مواخذہ نہ کرنا اگر ہم بھول جائیں یا خطا کرلیں''۔

صحیح بخاری میں نبی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا فرمان یوں نقل کیا: ''قد فعلت. میں ایسا ہی کروں گا'' معترض نے یہاں تک بات کہی کہ (یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ ان علماء کے تکفیر سے منع کرنا جنہوں نے اس بات میں گفتگو کی ہے بلکہ تکفیر کا حکم اٹھانا ان سے اگرچہ ان سے خطائیں بھی سرزد ہوئی ہوں یہ شریعت کے اغراض ومقاصد میں سب سے زیادہ حق ہے بالفرض اگر کوئی کہنے والا تکفیر کا حکم اٹھالے اس شخص سے جس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ کافر نہیں ہے اپنے مسلمان بھائی کی حمایت کرتے ہوئے تو یہ شرعی غرض کے مطابق ہے اگر وہ اجتہاد کرتا ہے اور صحیح فیصلہ کرتا ہے تو اس کو دوہرا اجر ملے گا اور اگر اجتہاد میں غلطی کرتا ہے تو ایک اجر ملے گا بہر حال یہ کہنے والا ہر صورت میں قابل تعریف ہے اور اس کو اجر وثواب ملے گا بشرطیکہ اس کی نیت اچھی ہو اور جو اس کا انکار کرے اس پر تعزیر قائم کرنا زیادہ حق ہے۔ انتہی

اس کا جواب یہ ہے کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول صحیح اور درست ہے اس میں تو کوئی تھوڑی سی عقل رکھنے والا شخص بھی شک نہیں کرسکتا کجا کوئی عالم شخص اور ہم بھی یہی عقیدہ رکھتے اور اسی دین کو اپنائے ہوئے ہیں اگر جہمیہ، اباضیہ اور قبر پرست بھی اس کلام کے تحت آتے ہیں تو اس کا جواب ہم پہلے دے چکے ہیں کیونکہ یہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک کفار ہیں اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ ان لوگوں کو اس کلام کے تحت داخل کرنا ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان فضیح ہے خاص طور پر جو ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی سوچ اور ان لوگوں کو جانتا ہے اسکا فیصلہ یہی ہوگا جو ان کو کافر قرار دیتا ہے وہ خوارج روافض میں شامل نہیں ہوگا کیونکہ وہ مسلمانوں کے آئمہ کو کافر

قرار دیتے تھے کہ انہوں نے بعض مسائل میں غلطی کی ہے چونکہ اباضیہ و قبر پرست مسلمانوں کے آئمہ نہیں ہیں بلکہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مبارک سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ان سے جہمیہ کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا وہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں۔

اسی طرح شیخ نے فرمایا: جو علی بن ابی طالب کو پکارتا ہے وہ بھی کافر ہے اور اس کے کفر میں شک کرتا ہے وہ بھی کافر ہے یہ بات انہوں نے اقناع اور اس کی شرح میں بیان کی ہے۔ بلکہ جو انہیں کافر سمجھے گا اور ان سے عداوت ظاہر کرے گا وہ اہل سنت والجماعت میں شامل ہو گا کیونکہ وہ ہی منکرات کا انکار کرتے ہیں چنانچہ ان کا انکار بھی منکر کا انکار ہے۔

اگرچہ ان لوگوں کے بارے میں کلام کرنا جو ان کا دفاع کرتے ہیں خطا ہے مگر جو بات ہمیں اپنے بھائیوں کے ذریعے عمان سے پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ ان کو کافر قرار دینے کی بجائے ان کا معاملہ اللہ پر چھوڑتے ہیں کیونکہ یہ کسی کو عموماً کافر قرار نہیں دیتے جیسا کہ خاص لوگ سمجھتے ہیں حالانکہ ان کے پاس اس بات کی کوئی شہادت موجود نہیں ہے نہ تو نثر کی صورت میں اور نہ ہی نظم کی صورت میں جبکہ ہمارے بھائیوں کے پاس ان کے خلاف مشہور دلائل ہیں جو نظم کی صورت میں مطبوع ہیں جس میں یہ کہا گیا کہ ہمارا کلام تکفیر کا جہمیہ ، اباضیہ ، قبر پرستوں کے بارے میں ہے اور جو لوگ ان جہمیہ وغیرہ کا دفاع کرتے ہیں ان کے بارے میں ان کا کلام یہ ہے کہ صرف ان سے سلام وکلام چھوڑ دیا جائے لہٰذا جب بات اس طرح ہے تو ہمارے بھائیوں پر بلاوجہ طعن و تشنیع کرنا اللہ کے راستے سے روکنے کے زمرہ میں آئے گا اور یہ خواہشات کی پیروی کہلائے گی۔

ان دفاع کرنے والوں کی مرضی یہ ہے کہ معاملہ جیسا چل رہا ہے ویسے ہی چلتا رہے اور کوئی کسی پر تنقید وغیرہ نہ کرے اگرچہ ہم نے ان دفاع کرنے والوں کے بارے میں اپنا گمان اچھا کر رکھا تھا اور انہوں نے اس شبہ کی وجہ سے جہمیہ وغیرہ کو ابن تیمیہ کے کلام کے تحت داخل کیا ہے اور ان کا خیال یہ ہے کہ ان جہمیہ وغیرہ کو دعوت نہیں پہنچی تھی اور ان پر حجت قائم نہیں ہو سکی تھی حالانکہ جو شبہ انہیں ہوا ہے یہ باطل میں سب سے زیادہ باطل چیز ہے کیونکہ کوئی بھی اسلام کی معرفت رکھنے والا اس میں شک نہیں کر سکتا کہ مسلمانوں پر اللہ کے لئے جو کچھ واجب ہے اور جس چیز کو اللہ نے حرام کیا یعنی اللہ کے دشمنوں سے دوستی رکھنا اسی طرح مشرکین اور ان لوگوں سے بھی جو اللہ کے اسماء وصفات کو معطل کرتے ہیں (نفی یا تاویل باطلہ) دشمنی رکھنا واجب اور دوستی حرام ہے چونکہ ان جہمیہ وغیرہ کو دعوت پہنچ چکی ہے اور یہ آج نہیں بلکہ اس کو بھی ایک طویل مدت ہو چکی ہے بلکہ ان کے اور اہل اسلام کے درمیان مخاصمہ ، مجادلہ ایک عرصہ تک ہوتا رہا ہے جیسا کہ ہم مشائخ اسلام کے سوال وجواب میں بیان کر چکے ہیں ہمارے پاس بھی کچھ

رسائل ہیں اور کچھ ان کے رد میں سوالات کے جوابات ہیں جس سے ان کی گمراہی ضلالت ظاہر ہوتی ہے اور یہ کہ انہوں نے کس طرح کتاب وسنت کے دلائل کو اپنے خود ساختہ دلائل سے رد کئے ہیں لہٰذا اس کے بعد ان کا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہو سکتا اور ان کے پاس اور کوئی دلیل بھی نہیں ہے سوائے تکبر اور عناد۔ ہم گمراہ کن فتنوں سے پناہ مانگتے ہیں خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی۔

پھر اعتراض کرنے والا کہتا ہے کہ (شیخ الاسلام کے کلام، اس کلام کو نقل کرنے کا فائدہ جو انہوں نے طائفہ قدریہ کے جواب میں کہا تھا کہ ہر قسم کی قربانی، عبادات، فقاہت، مال داری، کتاب، حساب، طبیب، عام لوگ وغیرہ سب دین حق ودین ھدیٰ سے خارج ہیں جب تک اس دین کا اقرار نہ کرلیا جائے جو اللہ نے اپنے رسول کو دے کر بھیجا تھا اور ان واجبات کو قبول نہ کرلے جو اللہ اور اس کے رسول نے واجب کئے ہیں۔ اور ان محرمات کو حرام نہ سمجھ لے جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کئے ہیں اور اس صورت میں یہ سب چیزیں دین ھدیٰ سے خارج ہیں جب کوئی شخص اس دین کے خلاف دین اپنا لے جو دین اللہ نے اپنے رسول کو دے کر بھیجا تھا خواہ وہ ظاہری طور پر اپنائے مثلاً یہ عقیدہ رکھے کہ اس کا شیخ اس کو رزق، مدد، ہدایت، معاونت فراہم کرتا ہے یا وہ اپنے شیخ کی عبادت کرتا ہے اس کو سجدہ کرتا ہے اگر وہ اپنے شیخ کو نبی علیہ السلام پر مطلق طور پر فضیلت دیتا ہے یا مقید طور پر یعنی بعض ان امور میں جس سے وہ اللہ کی قربت حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتا ہے یا وہ سمجھتا ہے کہ وہ اور اس کا شیخ نبی علیہ السلام کی اتباع سے مستغنی ہے چنانچہ اس قسم کے سارے لوگ کفار ہیں اگر وہ اپنے کفر کو ظاہر کریں اور اگر ظاہر نہیں کرتے تو منافقین ہیں اس جنس کے لوگ اگرچہ اس زمانے میں بہت پیدا ہو چکے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ علم اور ایمان کے دعوت دینے والے قلیل ہو چکے ہیں اور نبی علیہ السلام کے احکامات پر عمل اکثر شہروں میں کمزور پڑ چکا ہے اور اکثر لوگوں کے پاس رسالت (رسالت کے احکامات) نہیں ہیں جس سے وہ ہدایت کو پہچان سکیں اور اکثر کو یہ احکامات پہنچ نہیں سکے چنانچہ اس نہ پہنچ سکنے کی بنیاد پر وہ اپنے جس قدر ایمان پر عمل پیرا ہیں اسی پر انہیں اجر وثواب ملے گا اور جو حجت ان تک نہیں پہنچ سکی اس پر اللہ انہیں معاف فرمادے گا جبکہ ان لوگوں کو ہرگز معاف نہیں کرے گا جن کو دعوت ودلائل پہنچ چکے تھے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ: ''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا وہ نماز، روزہ، حج، عمرہ کسی چیز کو نہیں جانتے ہوں گے سوائے ایک بڑے بوڑھے کے لوگ کہیں گے ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا وہ لا الٰہ الا اللہ کہتے تھے تو حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو کہا گیا کہ انہیں لا الٰہ الا اللہ کیا فائدہ دے گا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہیں جہنم کی آگ سے نجات دلائے گا۔ تین دفعہ یہ الفاظ کہے''۔

اصل بات یہ ہے کہ ہماری ساری گفتگو ان لوگوں کے بارے میں جو کتاب وسنت کے دلائل کا کفر کرتے ہیں جیسا کہ دلائل شرعیہ بھی اس پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ ایمان وکفر ایسے احکامات میں سے ہیں جن کا تعلق اللہ ورسول کے دین سے ہے یہ ایسے معاملات نہیں ہیں جن کا ہر شخص فیصلہ کرتا رہے اور ہر شخص دوسرے کو کافر کہہ دے بغیر ان شروط کے جو اس کی تکفیر کو ثابت کرنے کے لئے ضروری ہیں یا مثلاً کوئی ایسے شخص کو کافر کہہ دے جو غلط فہمی کی بنیاد پر کسی حکم شرعی کا انکار کر رہا ہو مثلاً کوئی یہ کہے کہ شراب وزنا حلال ہیں اور وہ اسلام میں نیا نیا داخل ہوا ہو اور اس کی پرورش کسی دور دراز بستی میں ہوئی ہو یا وہ کوئی ایسی بات سنے جو اس سے نامانوس ہو اور وہ کہے یہ قرآن میں موجود نہیں ہے اور نہ ہی نبی علیہ السلام نے کہی ہے یا جیسا کہ بعض صحابہ کو اللہ تعالیٰ کی رویت کے مسئلے میں شک تھا تو وہ نبی علیہ السلام سے آکر پوچھتے تھے اس کی ایک مثال وہ بھی ہے کہ جس میں یہ کہا گیا تھا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا اور میری راکھ سمندر میں بہا دینا پس اللہ کی قسم اگر اللہ میرے عذاب پر قدرت رکھے گا تو مجھے ایسا عذاب دے گا جو مجھ سے پہلے دنیا میں کسی کو نہیں دیا ہوگا اللہ نے خشکی اور سمندر کو حکم دیا کہ جہاں جہاں اس کے ذرات ہیں انہیں جمع کر دو پھر اس شخص سے پوچھا کہ: تونے یہ کیوں کیا؟ اس نے کہا: اے میرے رب تیرے ڈر کی وجہ سے تو اللہ نے اس کو معاف کر دیا۔

تو یہ شخص دوبارہ اٹھائے جانے کی پر اللہ کی قدرت میں شک کرتا تھا بلکہ اس کا خیال یہ تھا کہ اس طرح اللہ مجھے دوبارہ نہیں اٹھا سکے گا مگر پھر بھی اللہ نے اس کو معاف کر دیا یہ تفصیلی مسائل ہیں یہ ان کی تفصیل کا مقام نہیں ہے یہ روایت صحیح بخاری میں موجود ہے مگر یہ ہمارے بھائی لوگوں کو اس وقت تک کافر نہیں قرار دیتے جب تک شرعی دلیل قائم نہیں کر دیتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾(نساء:165)

"تاکہ لوگوں کے پاس اللہ کے خلاف کوئی دلیل نہ رہے رسولوں کے آنے کے بعد"۔

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو خطاء ونسیان سے در گزر کر دیا ہے۔ قواعد کے بارے میں ہم نے خوب سیر حاصل بحث کر لی۔ (انتہی)

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ سبحان اللہ لوگوں کے دلوں پر کس طرح مہریں لگ گئی ہیں اور وہ کس طرح حقائق کو تبدیل کرتے ہیں لہٰذا جو شخص ان جہمیہ کو جو دبئی یا ابو ظہبی میں پرورش پاتے ہیں ان لوگوں کے ساتھ ملاتے ہیں جنہوں نے نیا نیا اسلام قبول کیا اور انہوں نے کسی دور دراز علاقے میں پرورش پائی حالانکہ ان میں بڑا فرق ہے کیونکہ جہمیہ وغیرہ کو تو اللہ ورسول کی دعوت پہنچ چکی ہے مگر یہ پھر بھی اس کے خلاف مجادلہ ومباحثہ کرکے اس کو رد کرتے ہیں اور دلائل شرعیہ کے سامنے تکبر کا اظہار کرتے ہیں بلکہ ان

سے عناد رکھتے ہیں جبکہ وہ لوگ جو نئے اسلام میں داخل ہوئے ان کی پرورش دور دراز علاقوں میں ہوئی اس کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا چنانچہ جو اس کو دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے وہ سواء السبیل سے گمراہ ہو چکا ہے۔

اب جاہلوں نے جو شیخ الاسلام کا کلام پیش کیا ہے وہ قلندریہ کے بارے میں ہے نہ کہ قدریہ کے بارے میں اور یہ کلام داؤد بن جرجیس جو عراق میں ایک طاغوت تھا نے پیش کیا ہے اور ان اعتراضات میں جو اس نے شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ پر کئے ہیں ان جاہلوں کی مراد یہ ہے کہ یہ قلندریہ فرقہ اور ان کے متبعین جن کا شیخ الاسلام نے یوں تذکرہ کیا ہے کہ یہ لوگ دین ھدیٰ اور دین حق سے خارج ہیں کیونکہ یہ ان تمام باتوں کا اقرار نہیں کرتے جو اللہ نے اپنے رسول کی زبانی ہمیں بتائیں اور نہ وہ ان واجبات کو واجب سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے واجب قرار دیں ہیں اور نہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں بلکہ وہ دین کے مخالف باتوں پر عمل پیرا ہیں مگر ان جہلاء کے نزدیک ان میں سے کوئی پایا جائے جن پر حجت قائم نہیں ہو سکی اور دعوت نہیں پہنچ سکی ان کو کافر نہیں قرار دیا جائے گا جب تک حجت قائم نہ کرلی جائے اور ان جہلاء کے نزدیک ان جہمیہ کا حکم بھی ان قلندریہ جیسا ہی ہے حالانکہ ان جہمیہ، قبرپرست، اباضیہ وغیرہ نے عہد اسلام میں پرورش پائی اور مسلمانوں کے درمیان ظہور پذیر ہوئے وہ اللہ کی کتاب اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے اور پڑھتے ہیں جبکہ کتب فقہ واہل الحدیث آج تمام عالم میں پھیل چکی ہیں اور یہ اس بات کو بخوبی جانتے بھی ہیں کہ اہل اسلام آج کس عقیدے پر قائم ہیں اس کے باجود یہ ان کی مخالفت جان بوجھ کر کرتے ہیں اور اپنے ان اسلاف کے طریقے پر چلتے ہیں جس پر وہ ملحدین مشرکین چلا کرتے تھے اس شبہ کا شیخ عبد اللطیف نے جواب دیا ہے۔ جان لو کہ ہر قوم کا ایک وارث ہوتا ہے۔

شیخ نے فرمایا: اس کا جواب یوں ہے کہ یہ عراقی ہمیشہ بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے جبکہ بات کچھ اور ہوتی ہے۔ اور یہ ہمیشہ جاہلوں کو اس وہم میں مبتلا کرتا ہے کہ اس نے ان کو خوب فائدہ پہنچادیا حالانکہ وہ اندھیروں میں دھکیل رہا ہے جو ان کو روشنی کی طرف نکلنے نہیں دیتے اس نے جو شیخ کا کلام نقل کیا ہے وہ واضح طور پر اس بات کا اعلان کررہا ہے کہ جو دین ھدیٰ اور اس دین حق سے نکلا جو اللہ نے اپنے نبی کو دے کر بھیجا تھا اور جو ان واجبات کو نہ واجب سمجھے جو اللہ اور اس کے رسول نے واجب کئے ہیں اور ان حرام اشیاء کو حرام نہ سمجھے جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کئے ہیں اور وہ ظاہری یا باطنی طور پر اس دین کو اپنائے جو اللہ کے دین کے خلاف ہے ایسا شخص کافر ہے مثلاً کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ اس کا شیخ اس کو رزق دیتا ہے مدد کرتا ہے یا ہدایت دیتا ہے یا اعانت کرتا ہے یا وہ اپنے شیخ کی عبادت کرتا ہے یا اس کو سجدہ کرتا ہے یا اس کو نبی علیہ السلام پر فضیلت دیتا ہے مطلق فضیلت یا مقید فضیلت یا وہ یہ

سمجھتا ہے کہ یہ اور اس کا شیخ نبی علیہ السلام کی اتباع سے مستغنی ہے (بے پرواہ)۔ شیخ فرماتے ہیں: یہ سب کافر ہیں اگر یہ ان چیزوں کا ظاہر کریں اور اگر چھپ کر کریں تو منافق ہیں۔

تو شیخ نے تو بالجزم (یقینی طور پر) ان کو کافر قرار دیا ہے اور اس کو ثابت کیا ہے اور یہی ہمارا موقف ہے ہم نے شیخ کے کلام پر ایک حرف بھی زائد نہیں کیا۔ بلکہ شیخ کا کلام سب سے بلیغ ہے کیونکہ ان کے کلام میں تکفیر کے تحت وہ جزئی چیزیں بھی آگئیں جو کثرت سے وجہ نزاع نہیں ہیں۔

معترض کا یہ کہنا کہ: "یہ لوگ اگرچہ اس زمانہ میں بہت زیادہ ہو چکے ہیں چونکہ علم کے داعی کم ہیں آثار رسالت (رسالت کے دلائل واحکامات) کمزور پڑ چکے ہیں اکثر شہروں میں ان میں سے اکثر کے پاس رسالت کا علم بھی نہیں ہیں اور میراث نبوت بھی نہیں ہے جس سے یہ ہدایت کی معرفت حاصل کر سکیں اور ان میں سے اکثر کو ان احکامات کی خبر بھی نہیں ہوئی اور نہ یہ پہنچی ہے لہٰذا ایسی صورت میں جب دعوت منقطع ہو چکی ہو یا ایسی جگہ جہاں دعوت نہ پہنچ سکی ہو آدمی کو اس کے علم کے مطابق ثواب دیا جائے گا اور اس کی مغفرت کر دی جائے گی جب تک اس پر حجت قائم نہ کر دی جائے"۔

اسی کلام سے عراقی سے شخص نے دلیل پکڑی ہے اس کا خیال ہے کہ یہ اس کی حمایت میں ہے نہ کہ اس کے خلاف حالانکہ یہ واضح طور پر بالکل غلط بات ہے ہم ان لوگوں کے بارے میں بحث کر رہے ہیں جن پر حجت قائم ہو چکی ہے توحید کو پہچان چکے ہیں مگر پھر بھی اس سے عداوت رکھتے ہیں اور ان کو برا بھلا کہتے ہیں جیسا کہ یہ عراقی کر رہا ہے یا وہ لوگ جو ان دلائل سے اعراض کرتے ہیں اور اپنے سر کو نہیں اٹھاتے جیسا کہ تمام قبر پرستوں کا حال یہی ہے یا وہ علم تو نہیں رکھتے مگر اس کی قدرت ضرور رکھتے ہیں مگر وہ مسلسل زمین میں دھنستے چلے جا رہے ہیں اور اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور ان دلائل کی طرف متوجہ نہیں ہوتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔

ہمارے شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ اپنی مجالس اور رسائل میں اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ کافر نہیں قرار دیا جائے گا مگر اس شخص کو جس پر حجت قائم ہو چکی ہو اور جو رسول کے دین کو پہچان لینے کے بعد بھی اس سے عداوت رکھتا ہے اور اس کو برا کہتا ہے اور کبھی وہ کہتے تھے کہ اگرچہ ہم ان کو بھی کافر نہیں سمجھتے جو کفار کے قبوں کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ انہیں کوئی متنبہ کرنے والا نہیں

ملا لہٰذا جو ہماری طرف ہجرت کر کے نہیں آیا ہم انہیں کیسے کافر قرار دیدیں۔ اور بعض دفعہ وہ یہ کہتے تھے مگر جو کچھ مسلسل زمین میں دھنستا چلا جارہا ہو میں نہیں جانتا کہ اس کا کیا حال ہو گا۔

جب ہمارے شیخ کا نظریہ اس طرح ہے تو عراقی کس طرح اس سے تکفیر کا مسئلہ عمومی بیان کرتا ہے کہ شیخ عمومی طور پر ہر ایک کو کافر قرار دیتے تھے اور وہ شیخ کے اس قول سے دلیل پکڑتا ہے کہ جب دعوت منقطع ہو جائے اور لوگوں تک دعوت نہ پہنچے تو اللہ ان کی مغفرت کر دیتا ہے گویا عراقی حق کو باطل کے ساتھ ملتبس (خلط ملط) کرنا چاہتا ہے اور اس نے شیخ پر بھی تہمت باندھ دی ہے اور شیخ کی طرف ایسی بات منسوب کر دی جو ان کے مذہب کے خلاف ہے جو بات انہوں نے نہیں کی وہ اس سے بری ہیں۔

مقصد یہ کہ ان لوگوں نے شیخ کا کلام جو کہ قلندریہ کے بارے میں تھا جن کے پاس آثار رسالت، میراث النبوۃ میں سے کچھ بھی نہیں تھا جس سے وہ دین ھدیٰ کی پہچان کر سکتے جیسا کہ یہ کلام داؤد نے پیش کیا ہے اور اس کو دوسروں پر منطبق کر دیا۔

عمان میں ہمارے طلبہ بھائیوں کا کلام جہمیہ کے بارے میں ہے کیونکہ یہ مسلمانوں کے شہر اور مسلمانوں کے درمیان ظہور پذیر ہوئے ہیں اور یہ مسلمانوں سے مجادلے کرتے ہیں ان پر حجت قائم ہو چکی اور دعوت بھی پہنچ چکی اور یہ اہل اسلام کے مقامات میں سے کسی دور مقام میں بھی نہیں ہیں اور نہ ان کا زمانہ انقطاع کا زمانہ ہے ان کے آثار نبوت اور کتب احادیث بھی موجود ہیں جس کا انکار ممکن نہیں مگر ان تمام باتوں کے باوجود یہ اہل دین اور دین حق کی عداوت میں کھڑے ہو چکے ہیں اور انھیوں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا ہے اور اس منہج کی طرف توجہ نہیں کی جس پر اہل سنت والجماعت قائم ہیں بلکہ تکبر وعناد میں قائم رہے اور اپنے مذاہب اور اعتقادات خبیثہ پر ڈٹے رہے اور زمین میں دھنستے چلے گئے اور اپنی خواہشات کی پیروی کی۔

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے جواب میں کہا کہ اہل الاھواء (خواہشات کے پیروکاروں) او اہل بدعت کی تکفیر کا مسئلہ اسی اصل کی شاخ ہے پھر انہوں نے اس بارے میں آئمہ کے مذاہب بیان کئے اور امام احمد کا جہمیہ کو کافر قرار دینا ذکر کیا اور سلف کا کلام ان کی تکفیر پر ذکر کیا اور پھر انہوں نے یہ ذکر کیا کہ یہ لوگ تہتر فرقوں میں سے بھی خارج ہیں اور اس بارے میں اقوال کی غلطیاں واضح کی اور دو روایتیں ان کے کفر میں بیان کیں جو انہیں کافر نہیں سمجھتے اور پھر یہ ذکر کیا کہ ان فرقوں کی جڑیں خوارج، شیعہ، مرجئہ، قدریہ ہیں پھر انہوں نے اس قسم کے لوگوں کے عدم کفر پر لمبا کلام کیا ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے دلیل پکڑی ہے انہوں نے کہا

کہہ جب معاملہ اس طرح ہو تو بعض مسائل میں خطاء کرنے والوں کو یا تو کفار و مشرکین واہل کتاب سے ملا دیا جائے گا باوجود اس بات کے کہ ان میں اور اُن میں عام اصول ایمان اور قواعدِ دین میں فرق ہو گا جب ان کا الحاق مشرکین سے لازمی ہو جائے گا تو خطاء کرنے والوں کو مومنین مخطئین (غلطی کرنے والوں) سے ملانا زیادہ شکوک کا باعث ہو گا بنسبت کفار کے ساتھ ملانے سے باوجود اس بات کے کہ ان رافضہ اور جہمیہ میں بہت سارے ایسے لوگ ہیں جو زندیق اور منافقین ہیں اور یہی لوگ جہنم کے بدترین طبقے میں ہوں گے۔

اس سے بھی یہ بات واضح ہو گئی کہ شیخ کی مراد کچھ مخصوص فرقے ہیں جہمیہ اس میں شامل نہیں ہیں اور اسی طرح مشرکین ،اہل کتاب بھی اس قاعدے میں شامل نہیں ہیں۔ خطاء کرنے والوں کو اس قسم میں شامل کرنے سے منع کر دیا گیا ہے باوجود ان میں اصول ایمان میں فرق ہے۔

ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارا بھی بعینہ یہی قول ہے کہ جب ان میں اصول ایمان باقی رہیں اور ان سے شرک اکبر واقع نہ ہوا ہو بلکہ بدعات کی کچھ اقسام سرزد ہوئی ہوں ایسے شخص کو کافر نہیں کہیں گے اور نہ ہی ہم انہیں ملت سے خارج سمجھیں گے اور یہ بیان آپ کو اس شبہ میں نفع دے گا کہ شیخ مخطیٔ مجتہد (غلطی کرنے والا مجتہد) کو کافر نہیں قرار دیتے بلکہ چند مخصوص مسائل ہیں جس میں تکفیر کا فتویٰ دیتے ہیں۔

اور انہوں نے واضح کیا کہ ایمان کے بڑے ارکان و قواعد زائل ہونے سے ایمان زائل ہو جاتا ہے جیسا کہ حج فاسد ہو جاتا ہے جب اس کے ارکان چھوڑ دیئے جائیں اور بعینہ یہی ہمارا قول ہے۔

اور مزید کہا کہ: اس شخص کے بارے میں بیان کیا ہے جس نے اپنے آپ کو جلانے کا حکم دیا تھا کہ وہ موحد تھا اہل شرک میں سے نہیں تھا ابو کامل کے طرق سے مروی ہے حماد بن ثابت نے ابی رافع سے انہوں نے ابوہریرہ سے روایت کیا کہ (اس شخص نے خیر کا کوئی بھی عمل نہیں کیا سوائے توحید کے) چنانچہ ان کا اس واقعہ سے استدلال باطل قرار پایا ہے۔

رہی بات فروعی اور اجتہادی مسائل میں غلطی کی تو اس کی شرط یہ ہے کہ مجتہد متقی ہونا چاہئیے اور ہم نے ان کے تکفیر کی کبھی بھی بات نہیں کی اور نہ ان کے گناہ گار ہونے کی بات کی ہے لہٰذا یہ مسئلہ محل نزاع نہیں ہے لہٰذا جو عراقی کا اس مثال کو یہاں ذکر کرنا غلط ہے اور مثال کو غلط جگہ پیش کرنا ہے اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ کتاب کا حجم بڑا ہو گیا لیکن اس کا فائدہ بالکل نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ: معترض نے جو شیخ الاسلام کا کلام پیش کیا وہ بھی محل نزاع (تنازع کا مقام) نہیں ہے کیونکہ ہمارے بھائیوں کا تنازع ان مسائل میں نہیں ہے اور انہوں نے ان میں سے کسی کو کافر قرار نہیں دیا جن کے لئے انہوں نے شیخ الاسلام کے کلام سے استدلال کیا ہے کیونکہ شیخ الاسلام کا کلام بعض مخصوص مسائل ے متعلق ہے اور بعض ان نظری اجتہادی مخفی مسائل سے متعلق ہے جن کی دلیل بھی مخفی ہو جیسا کہ ہم عنقریب اس کو واضح کریں گے ان شاء اللہ۔ رہا ان لوگوں کا اللہ کے علو کا انکار اور اس کے عرش پر مستوی ہونے کا انکار، اللہ کی صفات عالیہ ونعوت جمالیہ کا انکار، یہ وہ مسائل ہیں جن کے انکار کرنے والے لوگوں کے کافر ہونے پر کوئی بھی مسلمان شک نہیں کر سکتا کیونکہ یہ بات لازمی طور پر معلوم ہے اور یہ دین اسلام کا حصہ ہے اور یہی وہ انسانی فطرت ہے جس پر اللہ نے تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے سوائے ان لوگوں کے جن کو شیاطین نے اس کی فطرت سے نکال دیا ہے اور اس کا کتاب وسنت سے دلائل معلوم ومشہور ہیں اور یہ صرف ان لوگوں پر مخفی ہیں جو زمین میں مسلسل دھنستے چلے جارہے ہیں اور اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور اللہ نے ایسے لوگوں کو علم سے دور کر دیا ہے اور ان کی دلوں، سماعت، بصارت پر مہر لگادی اور پردے ڈال دیئے لہٰذا ایسے لوگوں کو اللہ کے سوا کون ہدایت دے سکتا ہے پھر شیخ نے کہا کہ اتحادیہ وحدت الوجود کا نظریہ اپنانے والے حلولیہ (اللہ ہر انسان کے جسم میں حلول کر چکا ہے کا نظریہ رکھنے والے) جو آج واضح کفر میں اور شرک عظیم میں مبتلا ہوئے ہیں اور انہوں نے جو اللہ کے وجود کی حقیقت کو معطل کرنے کی جراءت کی ہے وہ بھی اپنی اس غلطی کی بناء پر کی ہے جو انہوں نے اجتہاد کیا تھا پس وہ خود بھی گمراہ ہوئے لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔ حلاج کو بھی اہل فتویٰ کے اتفاق سے جو قتل کیا گیا اس کا سبب بھی اس کا گمراہ کن اجتہاد تھا اور قرامطہ کو بھی اسی بناء پر کافر قرار دیا گیا اور ذلت ورسوائی سے دوچار ہونا پڑا اس کا سبب بھی ان کا خود ساختہ اجتہاد تھا مزید یہ کہ رافضہ فرقہ بہت سی کفریہ، شرکیہ باتوں کو مباح اور بارہ اماموں کی عبادت، اور اصحاب رسول اللہ ﷺ کو اور ام المومنین کو گالیاں بھی اپنے خود ساختہ اجتہاد کی بناء پر دیتے ہیں یہ عراقی کے سلف ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہر خطاء معاف ہے اور ان پر یہ لازم ہے جس سے فرار ممکن نہیں اس مقام پر ذرا رک کر غور کرو کہ اصل حقیقت کیا ہے؟۔

مقصود یہ ہے کہ ان جہلاء نے شیخ کا کلام اس نیت سے پیش کیا ہے کہ ہر اجتہاد اور ہر خطاء مغفور ہے اور جہمیہ جو کہ اللہ کے علو کا انکار کرتے ہیں اور وہ قبر پرست مسلمان جنہوں نے اللہ کے شریک بنالئے ہیں وہ بھی شیخ کے کلام کے تحت اسی حکم میں شامل ہیں ۔ سبحانک ہذا بہتان عظیم

اس معترض نے شیخ کے کلام کا اول حصہ حذف کر دیا اور کہا کہ فائدہ جو کہ شیخ الاسلام کے اس کلام سے منقول ہے جو انہوں نے قدریہ فرقہ کے متعلق کہا ہے حالانکہ شیخ کا کلام قدریہ کے بارے میں ہرگز نہیں ہے بلکہ وہ تو انہوں نے قلندریہ فرقہ کے متعلق کہا تھا مگر ناقل نے دو علیحدہ علیحدہ فرقوں میں فرق نہیں کیا حالانکہ دونوں کے مذہب میں بڑا فرق ہے۔

انہوں نے جو شیخ کا کلام حذف کر دیا وہ یہ ہے:
ان لوگوں کا داڑھی منڈوانے والوں قلندریہ کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ گمراہ ہیں اور ان کے اکثر اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور یہ نماز روزہ کو واجب نہیں سمجھتے اور نہ یہ اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں اور نہ یہ دین حق کو اپناتے ہیں بلکہ ان کے اکثر یہود و نصاریٰ سے بھی زیادہ کافر ہیں اور یہ ملت اسلام میں شامل نہیں ہیں اور نہ ہی اہل سنت میں شامل ہیں ان میں سے بعض مسلمان تو ہیں مگر وہ بدعتی گمراہ ہیں یا فاسق و فاجر وغیرہ اور یہ کہ ان سب کو سزا دینا واجب ہے اور انہیں ان ملعون کاموں سے روکنا واجب ہے یہ حکم ان لوگوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر اس فرقہ کے بارے میں یہی حکم جو خود ساختہ عبادات، فقاہت، کلام کا داعی ہو، دیکھو انہوں نے یہ عبارات کس مقصد کے تحت حذف کر دی کیونکہ خود ساختہ عبادتیں اور فقہ قلندریہ فرقہ کے پاس نہیں تھیں۔

حجت رسالت قائم ہو چکی جس کی کسی نے مخالفت کی تو وہ یا تو کافر ہو گا یا فاسق ہو گا

ایک اور جگہ اس نے شیخ کا کلام ذکر کرنے کے بعد کہا کہ (حقیقت الامر یہ ہے کہ کبھی کوئی قول کفریہ ہوتا ہے اور اس قول کے کہنے والے پر کفر کا اطلاق بھی کیا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ جو یہ قول کہے گا وہ کافر ہے مگر شخص معین پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا

جب تک اس پر اس قول کے ترک پر حجت قائم نہ کر دی جائے اور یہ بالکل اس وعید کی طرح ہے جس کی نص یہ ہے کہ اللہ فرماتا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا﴾(نساء:10)

”جو لوگ یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں یقیناوہ جہنم میں داخل ہوں گے“۔

اور اسی طرح کے دوسرے نصوص جس میں کسی وعید کا ذکر ہے حق ہیں مگر کسی معین شخص پر وعید کا حکم نہیں لگایا جائے گا یعنی یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ شخص جہنمی ہے۔ لہٰذا کسی اہل قبلہ کو جہنمی قرار نہیں دیا جائے گا کیونکہ یہ ممکن ہے کہ شروط فوت ہو جائیں یامانع ثابت ہو جائے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کو اس کی حرمت کا حکم نہ پہنچا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس نے اس حرام چیز کو استعمال کرنے کے بعد توبہ کر لی ہو اور اس کے لئے یہ توبہ حسنات میں تبدیل ہو گئی ہو جو اس کی سیئات کو مٹانے کا ذریعہ بن گئی ہو اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ آزمائشوں میں مبتلا ہو گیا ہو جو اس کا کفارہ بن جاتا ہے کبھی اس کی کوئی اطاعت گزار شخص سفارش کر دیتا ہے اسی طرح ان اقوال کے بارے میں یہی کہا جائے گا جن کے کہنے پر انسان کافر قرار پاتا ہے کہ ممکن ہے اس شخص کو وہ نصوص نہ پہنچے ہوں جو حق کی پہچان کا ذریعہ ہیں اگر پہنچے بھی ہوں مگر وہ ان کے نزدیک ثابت نہ ہوں یا یہ اس کو سمجھ نہ سکا ہو اور کبھی ایسے شبہات پیدا ہونے کی بناء پر ایسے الفاظ کہہ دیئے ہوں اللہ بھی اس کی معذرت کو قبول کرلے پس جو مومن شخص طلب حق میں اجتہاد کرتا ہے تو اللہ اس کی غلطی کو بھی معاف کر دیتا ہے خواہ وہ کوئی ہو اس کا اجتہاد جن مسائل میں بھی ہو خواہ وہ مسائل نظری ہوں یا عملی ایس نظریئے کے حامل اصحاب محمد ﷺ تھے اہل سنت کے جمہور آئمہ کرام کا بھی یہی نظریہ تھا۔شیخ الاسلام کا مختصر کلام ختم ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ کا معین کرکے کسی کو کافر نہ کہنے کا کلام ان مخصوص مسائل سے تعلق رکھتا ہے جس کی دلیل بعض لوگوں سے مخفی ہو جیسا کہ مسئلہ قدر، مسئلہ ارجاء ہے اس میں بعض لوگوں نے کفریہ باتیں کہہ دی ہیں کیونکہ وہ کتاب وسنت کے نصوص کے خلاف ہیں اور بعض باتیں کفر پر مشتمل ہیں مگر اس کے کہنے والے اس لئے کافر نہیں کہا جائے گا ممکن ہے اس میں کفر کا کوئی مانع موجود ہو مثلاً جہل (یعنی دلائل کی عدم معرفت) اس نص کا ممکن ہے اس کے پاس علم نہ ہو کیونکہ شرائع واحکامات پر عمل تب لازم ہوتا ہے جب وہ آپ کو پہنچ جائیں اسی وجہ سے انہوں نے یہ کلام اہل البدع والاھواء کے تذکرہ میں کیا ہے اورانہوں نے اس پر صراحت کی ہے اور بعض متکلمین کے کفر کے بارے میں اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے بعد کہا اگر یہ بات مخفی مسائل میں کی ہے تو پھر

عدم کفر کا فتویٰ ہے اور اگر یہ باتیں ظاہری جلی مسائل میں ہیں یا وہ ان دینی مسائل میں ہیں جن کا علم رکھنا ضروری ہے تو اس کے کہنے والے کے کفر پر توقف نہیں کیا جائے گا بلکہ کفر کا فیصلہ کیا جائے گا۔

اس عبارت نے ان شکوک وشبہات کو زائل کر دیا جو یہ لوگ شیخ الاسلام کے کلام سے پھیلانا چاہتے تھے اور اس سے ان کی جہالت ،عدم معرف، حق کے ساتھ باطل کو خلط ملط کر کے عوام کے سامنے پیش کرنا یا عوام کو شکوک وشبہات میں ڈالنے جیسی حرکات خبیثہ واضح ہو جاتی ہیں ان دو شبہوں میں حجت پہنچ چکی ہے اور حجت سے مراد قرآن وحدیث اور آئمہ اربعہ کے عقائد ہیں اور ہمارے علماء کرام نے ان لوگوں سے متعدد بار مناظرے کئے ہیں مگر ان میں سرکشی، عناد اور ہٹ دھرمی اور غیر اللہ کو پکارنے اور غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے میں ہی اضافہ ہوا ہے جیسا کہ ان کے بارے میں عوام میں بھی مشہور ہے۔

ہمارے شیخ عبد اللطیف رحمۃ اللہ علیہ نے داؤد بن جرجیس کے شبہات کا رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے شیخ نے اس قسم کے ان شبہات میں جو باطل لوگ شیخ الاسلام کے کلام سے دلیل پکڑ کر پیش کرتے ہیں یہ فرمایا ہے کہ اگر تم شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر غور کرو تو شیخ کی مراد اور ان کے مقصد میں واضح فرق نظر آجائے گا کیونکہ انہوں نے اپنے اس قول سے بات واضح کر دی کہ مگر جب یہ معلوم ہو جائے کہ حجت رسالت قائم ہو چکی جس کی کسی نے مخالفت کی تو وہ یا تو کافر ہو گا یا فاسق ہو گا۔

یہ بیان کافی ہے کہ شیخ محمد بن عبد الوہاب کسی کو حجت قائم ہونے سے پہلے کافر نہیں قرار دیتے تھے یہ تمام باتیں عراقی نے بھی رد میں پیش کیا ہے مگر ان عبارات کو پیش کر کے جن کا معنی ایک ہی ہے اس کا مقصد لوگوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنا اور ان کی ذاتی خیالات ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ: اے انصاف پسند اللہ تجھ پر رحم کرے تم غور کرو شیخ کے اس قول پر کہ محمد بن عبد الوہاب نے ان شبہات کے بارے میں کہا ہے جو باطل قسم کے لوگ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان سے اگر کوئی شبہات پیدا کرنا چاہتا ہے تو وہ باطل ہے کیونکہ اس نے شیخ الاسلام کے کلام کو نہیں سمجھا کیونکہ اس نے شیخ کے کلام کو اس کی اصلی جگہ سے اٹھا کر غیر جگہ پر رکھ دیا ہے حالانکہ شیخ نے جھگڑے کا فیصلہ کر دیا پھر ان کے شاگرد ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر غور کرو آگے آرہا ہے۔

شیخ فرماتے ہیں: اور انہوں نے دوسری جگہ فرمایا کہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات المکلفین میں سولہویں طبقہ کا ذکر کیا اور اس پر خاصا لمبا کلام کیا اس کے بعد سترہویں طبقہ کا ذکر کیا اور کہا کہ سترہواں طبقہ مقلدین اور جاہل کافروں اور ان کے متبعین اور ان کے حمایتیوں کا ہے جو ان کے پیروکار ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباءواجداد کو ایک طریقے پر پایا وہ ہمارے لئے نمونہ ہیں مگر وہ اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں سے بھی صلح وصفائی اختیار کئے ہوئے ہیں ان کے خلاف جنگ نہیں کرتے جس طرح محاربین کی عورتیں رہتی ہیں ان کے خدام اور ان کے پیروکار اور ان کا سوائے اس کے مزید کوئی نشانہ نہیں کہ کسی طرح اللہ کے نور کو بجھادیں اور دین کو مٹادیں اور اللہ کے کلمات کو کمزور کردیں بلکہ ان کی حیثیت جانوروں جیسی ہے۔ اور امت نے اتفاق کیا ہے کہ یہ طبقہ کفار کا طبقہ ہے اگرچہ یہ لوگ جاہل ہیں اور اپنے رؤساء اور اپنے آئمہ کی تقلید کرتے ہیں۔ چند اہل بدعات نے اگرچہ امت کے اس اتفاق سے اختلاف کیا ہے کہ ان پر جہنم کا حکم نہیں لگایا اور انہیں ان لوگوں کی طرح قرار دیا جن کو دعوت نہیں پہنچی یہ ایسا مذہب ہے کہ آئمہ مسلمین اور صحابہ، تابعین اور ان کے بعد والوں میں سے کسی کا مذہب یہ نہیں تھا یہ مذہب صرف بعض ایسے اہل کلام میں معروف ہے جو اسلام میں نئے ہیں۔

پھر انہوں نے کہا کہ اسلام اللہ کو ایک جاننے اور اس کی عبادت کرنے اور اس کے رسول پر ایمان لانے اور اس کی ان تمام باتوں کی اتباع کا نام ہے جو وہ لے کر آیا پس جو شخص ایسا نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں ہے اگرچہ وہ ایسا کافر نہ بھی ہو جو عناد رکھتا ہے پھر بھی کافر ضرور ہے کیونکہ کافر ان تمام لوگوں کو کہا جائے گا جو اللہ کی توحید کا انکار کرے اور اس کے رسول کی تکذیب کرے عناداً یا جہلاً یا تقلیداً۔ جو شخص عناداً کافر نہیں ہے مگر وہ عناد رکھنے والوں کا متبع ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر ارشاد فرمایا کہ اپنے کفار اسلاف کی تقلید کرنے والوں کو بھی عذاب ہوگا اور اتباع کرنے والے بھی جہنم میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن کی انہوں نے اتباع کی بلکہ یہ وہاں آپس میں جھگڑتے ہوئے یہ کہیں گے۔

﴿رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ﴾ (اعراف:38)

”اے ہمارے رب ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا لہٰذا انہیں دوگنا عذاب دے“۔

اور اس جیسی دیگر آیات بھی انہوں نے بیان کی پھر کہا ہاں اس مقام پر تفصیل کی ضرورت ہے جس سے اشکال زائل ہو جائے وہ یہ ہے کہ فرق کیا جائے اس مقلد میں جو علم اور معرفت حق کی طاقت استعداد رکھنے کے باوجود اس سے اعراض کرتا ہے اور اس مقلد

میں جو اس کی استعداد نہیں رکھتا اور یہ دونوں قسمیں موجود ہیں۔ لہٰذا قدرت رکھنے کے باوجود اللہ کے واجبات کو ترک کرنے والے کا اللہ کے نزدیک کوئی عذر قبول نہیں ہے لیکن جو شخص سوال کرنے اور علم سے عاجز ہیں ان کی دو قسمیں:

① پہلے وہ جو ہدایت کو چاہتے ہیں اس کی چاہت ان کے دل میں ہے مگر وہ اس کی قدرت نہیں رکھتے اور نہ اس علم کو حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ کوئی ان کی رہنمائی کرنے والا نہیں ہے ان کا حکم وہی ہے جو ان لوگوں کا ہے جن تک وحی نہیں پہنچی۔

② دوسرے وہ لوگ ہیں حق سے اعراض کرتے ہیں اس کی کوئی چاہت نہیں ہے اور نہ ان کے دل میں اس کے علاوہ کی چاہت پیدا ہوتی ہے جس پر وہ ہیں پہلا کہتا ہے اے میرے رب اگر میں اس دین سے بہتر دین جانتا جس پر میں قائم ہوں تو ضرور اس کو اپنا لیتا اور اس کو چھوڑ دیتا جس پر میں قائم ہوں لیکن میں اس کے سوا کوئی اور دین نہیں جانتا جس پر میں ہوں اور نہ میں اس کے علاوہ کی قدرت رکھتا ہوں یہ میری جدوجہد کی انتہاء ہے۔

دوسرا اپنے اس دین پر راضی ہے جس پر وہ قائم چلا آرہا ہے اور وہ اس پر دوسرے دین کو ترجیح نہیں دیتا اور اپنے لئے اس کے سوا نہیں طلب کرتا جس پر وہ ہے اور اس کے نزدیک عاجزی اور قدرت میں کوئی فرق نہیں ہے لہٰذا اس قسم کے شخص کو پہلے سے ملحق کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ دونوں میں فرق ہے پہلے شخص نے جو دین بھی حاصل کیا وہ انقطاع دعوت کے ایام میں حاصل کیا لیکن وہ اس میں بھی کامیاب نہیں ہوا اس نے اس سے بھی عدول کیا دوسرا شخص اس کی طرح ہے جس نے دین حاصل ہی نہیں کیا بلکہ شرک پر فوت ہو گیا اگر وہ دین حاصل بھی کر لیتا مگر وہ اس سے عاجز رہتا لہٰذا عاجز طالب اور عاجز معرض میں فرق ہے اس موضوع پر غور کر لو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عدل و حکمت کے ساتھ فیصلے کرے گا اور عذاب صرف ان لوگوں کو دے گا جن پر رسولوں کے ذریعے حجت قائم ہو گئی یہ اللہ کا مخلوق کے بارے میں قطعی فیصلہ ہے رہا معاملہ زید و عمرو کی ذات کا جن پر حجت قائم ہو چکی ہے یا نہیں تو اللہ اور مخلوق کے درمیان کسی کو مداخلت کا اختیار نہیں ہے بلکہ ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ یہ نظریہ اپنائیں کہ جو بھی شخص اللہ کے دین کے علاوہ دین اپنائے گا وہ کافر ہے اور اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب اس وقت تک نہیں دیتا جب تک ان پر رسولوں کے ذریعے حجت قائم نہ کر دے۔ لہٰذا تعیین کا معاملہ اللہ کے سپرد ہو گا اور ثواب و عقاب کے احکام اسی طرح ہین جبکہ دنیا میں حکم ظاہر کے مطابق لگایا جاتا ہے لہٰذا کفار کے بچوں اور پیٹ کے بچوں کا حکم دنیا کے لحاظ سے وہی ہے جو کفار کے اولیاء کا حکم ہے یعنی وہ بھی کافر ہیں۔

اس تفصیل سے اس مسئلہ میں جو اشکال تھا وہ ختم ہو گیا اور یہ چار اصولوں پر مبنی ہے:

پہلا اصول: اللہ تعالیٰ بغیر اتمام حجت کے کسی کو عذاب نہیں دے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ (اسراء:15)

"اور ہم عذاب نہیں دیتے جب تک رسول نہ بھیج دیں"۔

اور فرمایا

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ (نساء:165)

"رسول کو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تاکہ لوگوں کے لئے اللہ کے بارے میں حجت باقی نہ رہے رسولوں کو بھیجنے کے بعد"۔

اور فرمایا

﴿كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ، قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ﴾ (ملک:9-8)

"جب بھی اس میں کوئی فوج ڈالی جائے گی تو اس جہنم کا نگران پوچھے گا کیا تمہیں خبر دار کرنے والا نہیں آیا تو وہ کہیں گے کیوں نہیں ہمارے پاس ڈرانے والا آیا مگر ہم نے اس کو جھٹلا دیا اور کہا اللہ نے کچھ نازل نہیں کیا"۔

فرمایا

﴿فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ (ملک:11)

"انہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا پس جہنم والوں کے لئے افسوس ہے"۔

فرمایا

﴿یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ یَقُصُّوۡنَ عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِیۡ وَ یُنۡذِرُوۡنَکُمۡ لِقَآءَ یَوۡمِکُمۡ ھٰذَا قَالُوۡا شَہِدۡنَا عَلٰۤی اَنۡفُسِنَا وَ غَرَّتۡہُمُ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا وَ شَہِدُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ اَنَّہُمۡ کَانُوۡا کٰفِرِیۡنَ﴾(انعام:130)

''اے جنوں اور انسانوں کی جماعت کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے تم ہی میں سے جو تمہیں میری آیات پڑھ کر سناتے اور تمہیں تمہارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں تو وہ کہیں گے ہم گواہی دیتے ہیں اپنے آپ پر اور انہیں حیاۃ الدنیا نے دھوکہ دیا اور وہ اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے''۔

اس طرح قرآن کریم میں بہت ساری آیات ہیں جس میں اللہ تعالیٰ عذاب ان اقوام کو دے گا جن کی طرف رسول بھیجے اور حجت قائم کردی گئی یہ گناہ گار اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے اللہ فرماتا ہے۔

﴿وَمَا ظَلَمۡنٰہُمۡ وَ لٰکِنۡ کَانُوۡا ہُمُ الظّٰلِمِیۡنَ﴾(زخرف:76)

''ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا مگر یہ ہی ظلم کرنے والے تھے''۔

ظالم اس شخص کو کہا جاتا ہے جس نے رسول کی دعوت کو پہچان کر یا اس کی پہچان کی قدرت رکھنے کے باوجود اس دعوت کی مخالفت کی اور اعراض کیا مگر جس کے پاس رسول کی کوئی خبر نہ ہو اور نہ اس کو اس کی معرفت کی طاقت ہو بلکہ وہ اس سے عاجز ہو تو ایسے شخص کو ظالم کیسے کہا جاسکتا ہے۔

دوسرا اصول: عذاب دو وجوہات کی بناء پر لازم ہوتا ہے پہلی وجہ دلائل سے اعراض اور اس کی چاہت نہ رکھنا دوسری وجہ اس سے عناد رکھنا اور اس کے موجبات کو ترک کرنا پہلی صورت کو کفر اعراض اور دوسری کو کفر عناد کہیں گے مگر کفر جہل جبکہ حجت بھی قائم نہ ہوئی ہو اور وہ اس کی معرفت کی طاقت بھی نہ رکھتا ہو تو اللہ نے ایسے لوگوں سے عذاب کی نفی کی ہے جب تک رسول کے ذریعے اتمام حجت نہ ہو جائے۔

تیسرا اصول: یہ ہے کہ اللہ کی محبت کسی ایک زمانے یا کسی ایک خطہ ارض یا کسی ایک جانب میں قائم ہو چکی ہو نہ کہ تمام زمانوں یا تمام قطعات ارض یا تمام جوانب میں مثلاً اللہ کی محبت کسی ایک شخص پر قائم ہو جائے لیکن دوسرے شخص پر قائم نہ ہوئی ہو اس لئے

کہ اسکے پاس عقل اور تمیز نہ ہو جیسا کہ پاگل اور بچہ یا اس لئے کہ اسکے پاس فہم وادراک کی صلاحیت نہ ہو اور وہ خطاب شرعی کو سمجھ نہ پات ہو اور کوئی ترجمان بھی نہ ہو جو اسکے لئے ترجمانی کرے۔

تو ایسا شخص اس بہرے کی طرح ہو گا جو کچھ بھی نہ کر سکتا ہو اور نہ ہی کچھ سمجھ سکتا ہو یہ ان چار لوگوں میں سے ایک ہو گا جو بروز قیامت اللہ کے حضور اپنا معذور ہونا ثابت کر دینگے جیسا کہ اسود اور ابو ہریرہ وغیرہ کی حدیث میں بیان کیا جا چکا ہے۔

چوتھا اصول: اللہ کے تمام احکامات اس کی حکمت کے تابع ہیں اور وہ مقصود بالذات بھی ہوتے ہیں اور اس کے انجام بھی کتاب وسنت کے نصوص پر مبنی ہوتے ہیں اس میں انسانی عقل وآراء کا دخل نہیں ہوتا اس طبقہ کے بارے میں کلام کی مقدار وہ لوگ جانتے ہیں جو لوگوں کی کتب کو جانتے ہیں اور مختلف لوگوں کے کلام سے واقفیت رکھتے ہیں اس باب میں اور ان کی انتہاء یہیں ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ ہی سیدھا چلنے کی توفیق دیتا ہے۔

ہمارے شیخ فرماتے ہیں ؛اس جگہ ٹھہر کر غور کرو اس تفصیل بدیع میں شیخ نے صرف ان لوگوں کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جو حق کے ادراک سے عاجز آ گئے ہوں باوجود اس کے ان میں حق کی طلب وارادہ شدت سے موجود ہو شیخ کے کلام اور ابن قیم رحمۃ اللہ علیہما کے کلام میں یہی لوگ مراد ہیں۔

مگر عراقی اور اس کے باطل پیروکاروں نے یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی کہ شیخ جاہل کو کافر نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ ان کو معذور سمجھتے تھے انہوں نے ان کے قول کو اجمالاً ذکر کر دیا تفصیل سے بیان نہیں کیا اور انہوں نے اس عمل سے قرآنی آیات واحادیث نبویہ پر بھی پردہ ڈالنے کی کوشش کی اور موحدین ومسلمانوں کے خلاف یک آواز ہو گئے جیسا کے ان کے اسلاف مشرکین اور قبر پرست کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے گا اور وہی اپنے علم کی بنیاد پر اپنے بندوں کے اختلاف کا فیصلہ کرے گا۔

اس سے واضح ہوا کہ انہوں نے جو شیخ کا کلام نقل کیا ہے وہ ان مسائل سے متعلق تھا جن کا جاننا دین میں ضروری بھی نہیں اور انہوں نے وہ زیادتی نہیں کی جو انہوں نے کی ہے بلکہ ان کا یہ کلام ان مسائل سے متعلق تھا جن کی دلیل مخفی ہو اس سے یہ پتہ لگا کہ شیخ کا

کلام ان کی دلیل بننے کی بجائے ان کے خلاف دلیل ہے اور ان کا یہ پیش کرنا ہوس، دھوکہ بازی پر مبنی ہے اور وہ اس سے عمان کے ساحل پر رہنے والے لوگوں کو بے وقوف بنانا چاہتے ہیں۔

اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔ قیام حجت اور فہم حجت میں فرق

شیخ عبد اللطیف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: قیام حجت اور فہم حجت میں فرق کو سمجھنا ضروری ہے جس کو رسولوں کی دعوت پہنچ گئی تو ان پر حجت قائم ہو گئی یہ جب ہو گا جب اس کے ساتھ علم ممکن ہو قیام حجت میں اس حجت کو سمجھنے کی شرط نہیں لگائی جائے گی کہ اس حجت کو اللہ ورسول سے اس طرح سمجھا جائے گا جس طرح اہل ایمان والقبول اور اطاعت کرنے والے اس چیز کو سمجھتے ہیں جو رسول لے کر آئے اس کو سمجھ لو اس سے بہت سے مسائل میں قیام حجت سے متعلق شبہات کا خاتمہ ہو جائے گا جیسا کہ اللہ فرماتا ہے۔

﴿اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ (فرقان:44)

”کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ان کے اکثر لوگ سنتے اور عقل رکھتے ہیں یہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ راستے سے گمراہ“۔

مزید فرمایا:

﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ (بقرہ:7)

”اللہ نے ان کے دلوں، سماعت پر مہر لگادی اور ان کی بصارت پر پردے ہیں“۔

میں کہتا ہوں: شیخ کے اس جملہ کے مطلب کہ (اگر وہ اس طرح ہو کہ اس سے علم ممکن ہو) یہ ہے کہ وہ شخص صاحب عقل ہو اور حق وباطل میں تمیز کر سکتا ہو یعنی بچہ، مجنون نہ ہو یا وہ ایسا نہ ہو جو گفتگو کو نہ سمجھ سکتا ہو اور ترجمان بھی موجود نہ ہو پس ان لوگوں کو محمد e کا پیغام پہنچا اور قرآن پہنچا تو ان پر حجت قائم ہو گی جیسا کہ اللہ فرماتا ہے:

﴿لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ (نساء:165)

”تاکہ لوگوں کے لئے اللہ کے خلاف رسولوں کے بھیجنے کے بعد حجت نہ رہے“۔

پس اللہ اور رسول اور ملائکہ، کتب، رسل، یوم آخرت پر ایمان نہ لانے پر کسی کا عذر قبول نہیں کیا جائے گا اور رسولوں کے آنے کے بعد جہل کا عذر بھی قبول نہیں کیا ہو گا کیونکہ اللہ نے کفار کے جہل کے بارے میں بتایا ساتھ ہی ان کے کفر پر تصریح کر دی اور اللہ نے نصاریٰ کی صفت بیان کی کہ ان میں جہل ہے حالانکہ کوئی مسلمان ان کے کفر پر شک کا اظہار نہیں کرتا اور ہم قطعی طور پر یہ کہتے ہیں کہ آج کے یہود و نصاریٰ جاہل مقلد ہیں مگر پھر بھی ہم ان کے کفر کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ان کے کفر کا بھی جو ان کے کفر میں شک کرتا ہے۔ قرآن نے اس بات پر دلالت کر دی ہے کہ اصول الدین میں شک کرنا کفر ہے کیونکہ شک دو چیزوں میں تردد کا نام ہے جیسا کہ کوئی شخص نبی علیہ السلام کی صدق رسالت پر بالجزم یقین نہ رکھتا ہو اور نہ ان کے کذب کا یقین رکھتا ہو۔ اور نہ وہ قیامت کے دن اٹھائے جانے پر قطعی یقین رکھتا ہو اور نہ اس کے جھوٹ ہونے پر بھی قطعی یقین رکھتا ہو اسی طرح کوئی شخص جیسے نماز کے وجوب ہونے اور نہ ہونے پر قطعی یقین نہ رکھتا ہو یا کوئی زنا کی حرمت اور عدم حرمت پر قطعی یقین نہ رکھتا ہو تو یہ سب علماء کے اجماع کے مطابق کفر ہے اور ایسے لوگوں اللہ کے ہاں عذر قبول نہیں ہو گا کہ انہیں دلائل سمجھ نہیں آئے تھے اور یہ عذر بھی مقبول نہیں ہو گا کہ دلائل تو پہنچ گئے تھے وہ اس کو پہچان نہیں سکا اللہ نے ان کفار کے بارے میں بتایا جو سمجھ نہیں سکے تھے۔

﴿وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا﴾ (انعام:25)

''اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے تھے اس کو سمجھنے سے اور ان کے کانوں پر بوجھ ڈال دیا تھا''۔

اور فرمایا:

﴿اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ (اعراف:30)

''انہوں نے شیاطین کو اولیاء بنالیا تھا اللہ کے مقابلے میں اور یہ گمان کرتے تھے کہ یہ ہدایت یافتہ ہیں''۔

ان آیات میں اللہ نے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے سمجھا نہیں مگر ان کے نہ سمجھنے کو اللہ نے قابل عذر نہیں سمجھا بلکہ یہ تصریح کر دی کہ اس جنس کے لوگ کفار ہیں جیسا کہ فرمایا۔

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا، اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا، اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا﴾ (کھف:105-103)

''کہہ دیجئے کیا میں بتاؤں زیادہ نقصان اٹھانے والوں کے بارے میں عمل کے لحاظ سے وہ لوگ ہیں جن کی کاوشیں حیاۃ دنیا میں گم ہوئیں جبکہ وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا کفر کیا اور اس کی ملاقات کا بھی کفر کیا ان کے اعمال ضائع ہو گئے ہم قیامت کے دن ان کے لئے میزان قائم نہیں کریں گے''۔

جب یہ بات واضح ہو گئی تو جان لو ان لوگوں نے شیخ الاسلام کے کلام کو خلط ملط پیش کر کے پیش کیا اور اس کی تفصیل بیان نہیں کی اور حق کو باطل میں خلط ملط کر دیا جبکہ شیخ الاسلام نے اپنا کلام تفصیل سے بیان کیا ہے اور انہوں نے بات اس انداز سے کی ہے جس سے اختلاف ختم ہو جاتا ہے اور اشکالات ختم ہو جاتے ہیں اور یہ ذکر کیا کہ یہ مقالات ان مسائل سے متعلق ہیں جو نظری مسائل کہلاتے ہیں اور ان کی دلیل بھی بعض لوگوں پر مخفی ہو مگر اللہ کی توحید کا مسئلہ اور اس کی عبادت میں اخلاص کا مسئلہ اس کے وجوب میں اہل اسلام کے درمیان کوئی تنازع نہیں ہے حتیٰ کہ اہل الاھواء وغیرہم کے درمیان بھی اختلاف نہیں ہے اور یہ بات دین میں لازمی طور پر معلوم ہے کہ جس کو پیغام رسالت پہنچ گیا اور اس پیغام کا وہی تصور بھی پہنچ گیا ہے اس کا حقیقی تصور ہے۔ اور وہ یہ بھی پہچان لے کہ اس کا حاصل اور دیگر احکامات کا مدار یہ ہے چنانچہ جہمیہ وغیرہ کو بھی پیغام پہنچ چکا ہے جن کو اس امت کے سلف نے امت کے بہتر فرقوں سے خارج قرار دیدیا ہے۔

شیخ الاسلام نے متکلمین (اہل کلام) پر رد کرتے ہوئے کہا جب انہیں یہ بات ذکر کی گئی کہ ان میں بعض میں اسلام سے ارتداد پایا جاتا ہے تو انہوں نے کہا (اگرچہ ان احکامات میں جو مخفی ہیں اگر اس میں کوئی ایسی گمراہ کن خطاً کر لے جس کے مرتکب کو کافر قرار دیا جاتا ہے تو کافر نہیں قرار دیا جاتا مگر ان لوگوں سے ایسے معاملات میں خطائیں سرزد ہو رہی ہیں جن کو ہر عام وخاص جانتا ہے کہ ان احکامات کو دے کر نبی علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تھا اور آپ نے ان کے تارک کو کافر قرار دیا ہے مثلاً اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت اور اس کی طرف سے منع کیا گیا کہ غیر اللہ میں سے کسی ایک کی بھی عبادت کی جائے نہ ملائکہ، انبیاء وغیرہم کی کیونکہ یہ اسلام کے سب سے زیادہ ظاہر شعائر میں سے ہیں مثلاً پانچ نمازوں کا قبول کرنا اور اس کی عظمت کو قبول کرنا اور مثلاً فواحش کی تمام اقسام کو حرام سمجھنا زنا، شراب، جوا۔ مگر پھر بھی آپ ان کے رؤسا کو پائیں گے کہ وہ ان گناہوں میں واقع ہو چکے ہیں اور یہ مرتد ہو چکے ہیں اور اس سے بڑی حرکت یہ کی کہ انہوں نے دین مشرکین کی موافقت میں کتابیں کتابیں تحریر کیں ہیں مثلاً ابو عبد اللہ الرازی نے اور یہ صراحتاً ارتداد ہے۔

پس جب شخص معین میں سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جائے جس سے کفر واجب ہو جاتا ہے مثلاً وہ امور دینیہ جو دین میں بالکل معلوم ہیں مثلاً غیر اللہ کی عبادت کرنا اور اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق کے اوپر ہونے کا انکار کر دینا اور اس کی صفات کمالیہ اور اللہ کی ذاتی اور فعلی صفات کا انکار کرنا وغیرہ لہٰذا ان باتوں کے انکاری لوگوں کے کفر و گناہ سے منع کرنا غلط ہے اور اللہ کی ذات کو معطل کرنے والے اس کی ربوبیت کو معطل کرنے والے اور اسماء وصفات کو معطل کرنے والے۔ اللہ کی ذات کے اعتبار سے اکیلے ہونے کے نظریئے کو معطل کرنے والے کے کفر کو رد کرنا بھی غلط ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کائنات کی اشیاء کو وجود میں آنے سے قبل نہیں جانتا جیسا کہ گمراہ قدریہ کہتے ہیں۔ اور جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اصل میں دو ہی چیزیں ہیں نور، ظلمت چنانچہ ان تمام نظریات کے حامل کافر ہیں اور ان کا کفر یہود و نصاریٰ سے بڑا کفر ہے اور یہ ان سے زیادہ گمراہ ہیں۔

لہٰذا شیخ الاسلام کے کلام کو صرف وہی شخص جان سکتا ہے جو ان کی مہارت رکھتا ہے اور ان کے اصول وضوابط جانتا ہے انہوں نے یہ کئی جگہ تصریح کی ہے کہ جس شخص کو شرع نہیں پہنچ سکی اور حجت نہیں قائم ہو سکی مگر پھر بھی وہ اپنی استطاعت کے مطابق غلطی سے بچنے کی کوشش کرتا رہا اور پھر بھی اس سے خطا ہو گئی تو ایسے شخص کی مغفرت کر دی جائے گی چنانچہ ان قبر پرستوں میں کیسا تقویٰ اور کیسا اجتہاد؟ یہ تو مردوں اور غائبین کو پکارنے والے لوگ ہیں اور للہ علو علیٰ خلقہ (اللہ کے مخلوق سے اوپر ہونے کا عقیدہ) کے منکر اور اس کے اسماء وصفات کے انکاری لوگ ہیں ان کی مساجد و مدارس میں قرآن کس طرح پڑھا جاتا ہے اور جبکہ کتاب وسنت کے نصوص کتب میں مدون ہو چکے ہیں اور ان کی صحت و ثبوت ہر شخص کو معلوم ہے۔

جب ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے دینی احکامات کے مکلفین (جن پر دینی احکامات کی پابندی کرنا ضروری ہے) کا تذکرہ کیا تو سترہویں طبقے کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ زید اور عمرو کی ذات مثلاً ان پر حجت قائم ہوئی یا نہیں ہوئی یہ اللہ اور بندے کا معاملہ ہے جس میں کسی کو مداخلت کی اجازت نہیں ہے پس بندے کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ جو بھی کوئی ایسا دین اختیار کرتا ہے جو اللہ کے دین سے ہٹ کر ہو تو وہ کافر ہے۔ تو انہوں نے تنازع کا فیصلہ کر دیا اور اشکال زائل کر دیا اور یہ بات کہہ کر بات صاف کر دی کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک اپنے رسول کے ذریعے حجت قائم نہ کر دے لہٰذا کسی کو متعین کرنا اس کا اللہ کے علم کے ساتھ معاملہ ہے۔ یہ فیصلہ ثواب وعقاب کے بارے میں ہے مگر دین کے احکام سے متعلق فیصلہ یہ ہے کہ حکم ظاہر کے لحاظ سے لگایا جائے گا۔

شیخ نے یہ بات واضح کر دی کہ یہ بات احکام ثواب وعقاب سے متعلق ہے کہ کسی کو یہ لائق نہیں کہ وہ یہ کہے کہ اللہ اس گناہ کے صادر ہونے پر عقاب وعذاب دے گا رسول کے ذریعے حجت قائم کئے بغیر مگر دنیا میں حکم ظاہر کے اعتبار سے لگایا جائے گا اس کی مثال یہ ہے کہ کفار کے پیدا شدہ اور پیٹ کے بچے ان کا حکم بھی یہی ہے کہ وہ کفار ہیں ان پر یہ دنیا کے احکام کے اعتبار سے فتویٰ لگایا جارہا ہے کہ کفار کے اولیاء بھی کفار ہوتے ہیں لہٰذا ان کا بھی یہی حکم ہے اور شیخ کارازی اور اس کی تصنیفات کے بارے میں کلام گزر چکا ہے کہ اس نے دین مشرکین کی کتابیں لکھی ہیں اور یہ صراحتاً ارتداد ہے حالانکہ یہ معیّن ہے اس سے قبل شیخ عبداللطیف نے علماء کا اجماع بشر المریسی کے کفر پر نقل کیا ہے یہ بھی معیّن شخص ہے اسی طرح جہم بن صفوان ،جعد بن درہم،الطوسی نصیر،التلمسانی ،فارابی،ملحدین کے تمام آئمہ ،وحدۃالوجود کا نظریہ رکھنے والے ،ابومعشر البلخی وغیرہم ان سب کو کافر کہا گیا ہے اور افادۃ المستفید میں محمد بن عبدالوہاب نے تکفیر معیّن کی ہے۔ ہدایت اور حق کے طالب کے لئے یہی کافی ہے۔

قبر پرست اور جہمیہ کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے

(یہ بات جو ذکر کی گئی ہے کہ اہل سنت والجماعت کے اصول میں سے یہ بھی ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں عیدین کی اور تمام نمازیں وغیرہ)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات ایسی ہے جس کا انکار متکبر ہی کر سکتا ہے جو انہیں ملت سے خارج نہ کرتی ہو یا فاسق فاجر نہ بناتی ہو جبکہ ہمارا کلام اس بارے میں نہیں ہے بلکہ تنازع تو اس بارے میں کہ قبر پرست اور جہمیہ کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے کہ نہیں کیونکہ یہ اللہ کے اوپر ہونے کے انکاری ہیں اور شیخ عبداللطیف کے جواب میں پہلے بات گزر چکی ہے اورانہوں نے آئمہ کے اس بارے میں اقوال بیان کئے ہیں کہ ان کو جہمیہ کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں اختلاف نہیں تھا کیونکہ یہ گمراہ اور زندیق لوگ ہیں چنانچہ فرمایا: ان کے پیچھے پڑھنا ناممکن ہو تو نماز دہرائی جائے گی اور فرق کیا جائے گا ان لوگوں کے درمیان جن پر حجت قائم ہو چکی اور ان کے درمیان جن کو شعور نہیں ہے۔ شیخ الاسلام اس قوم کو قائل کرنا چاہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مسائل ہیں جو مخفی ہیں اور ان کی دلیل لوگوں سے پوشیدہ ہے لہٰذا اس قول کی بناء پر جہمیہ وغیرہ پر تو حجت قائم ہو چکی ہے اور دلائل ظاہر ہو چکے ہیں اور ان جہمیہ نے اہل سنت کے طریقے کو بھی پہچان لیا احادیث نبویہ مشہور ہو چکی ہیں اور ایسی ظاہر ومشہور ہو چکی ہیں کہ اس کے بعد صرف تکبر وعناد ہی رہ جاتا ہے اور یہی حقیقی کفر والحاد ہے۔

شیخ نے یہ بھی کہا ہے کہ بشر المریسی اور اس جیسے شبہات پھیلانے والے اور اسمائ وصفات کے منکر وغیرہ بھی ان جہمیہ کے جنس سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ بشر المریسی کا کلام ان جہمیہ سے الحاد اور گمراہی میں خفیف ہے مگر اہل علم پھر بھی ان کے کفر پر متفق ہیں اور یہ کہ کافر اور جہمی وغیرہ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی جبکہ امام احمد کے بارے میں ابن عبداللہ نے صراحتاً یہ نقل کیا ہے کہ وہ نماز جمعہ وغیرہ دوبارہ پڑھتے تھے اور ہر مومن اسی طرح کرتا ہے جبکہ مرتدوں کی حکومت وغلبہ ہو اور مومن کو ان کے پیچھے نماز لازمی پڑھنی پڑے تو وہ دوبارہ پڑھتے ہیں اور اس بارے میں نصوص مشہور ومعروف ہیں۔

کتاب السنہ میں جو کہ عبداللہ بن احمد کی ہے مذکور ہے کہ حدثنی اسحاق بن بهلول قال قلت لابی ضمرة انس بن عیاض :اسحاق بن بہلول کہتے ہیں: میں نے انس بن عیاض سے پوچھا کیا میں جہمیہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہوں تو انہوں نے کہا' ومن یتبع غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منه وهوفی الاخرة من الخاسرین' جو اسلام کے علاوہ دین تلاش کرے گا وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔

حدثنی احمد بن ابراهیم الدورقی قال حدثنی ابراهیم بن نعیم البابی السجستانی سمعت سالم بن ابی مطیع یقول: ابراهیم بن نعیم بابی السجستانی کہتے ہیں کہ میں نے سالم بن ابی مطیع سے سنا کہ جہمیہ کفار ہیں میں ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا۔

جب یہ بات واضح ہو چکی تو شبہات پھیلانا اور حق وباطل کو خلط ملط کرنا اور لوگوں کو اہل بدعات ومعاصی، اور فاسق فاجر کے پیچھے نماز پڑھنے کے جواز کو دلیل بنا کر جہمیہ کو بھی ان میں شامل کر کے ان کے پیچھے نماز کا جواز فراہم کر کے عوام میں غلط فہمی پھیلانا بھی حق کو باطل میں خلط ملط کرنے کے مترادف ہے۔ اللہ کے راستے سے روکنا ہے اور ہمارے بھائیوں پر یہ الزام محض افتراء ہے لہذا ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے جن کی بدعت اتنی شدید نہ ہو جو ان کے ملت سے خروج کا باعث بنے مگر جہمیہ اور قبر پرست لوگ ان کے بارے میں آئمہ کرام کے اقوال گزر چکے ہیں اور مومن وہی ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو اور اس کی معصیت سے بچتا ہو اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاتا ہو اور لوگوں کو اپنی خواہشات کی تکمیل میں غلط فہمیوں میں مبتلا نہ کرتا ہو۔ واللہ الهادی الی الصواب والیه المرجع والمآب۔

(شیخ الاسلام کی طرف سے جو ایک مصنفین کے طبقے کا ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے رقائق) دلوں کو نرم کرنے والے واقعات) اور فضائل اور ہفتہ وار درود پڑھنے کے فضائل تحریر کئے ہیں)۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ الاسلام نے جو کہا ہے وہ حق اور درست ہے۔ مگر یہ موضوع ہماری بحث سے خارج ہے کیونکہ ان علماء نے فضائل میں کتابچے تحریر کئے یہ خیال کر کے شاید یہ فضائل صحیح ہیں ان کی معلومات کی حد تک وہ صحیح تھے چنانچہ انہوں نے اس پر عمل کیا لہٰذا ان کو تو اس پر اجر ملے گا کیونکہ ان کا ارادہ نیک تھا انہوں نے سنت کی مخالفت نہیں کی اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ انہوں نے بدعت ایجاد کی نہ ان کو فاسق، جاہل کہا جائے گا، انہوں نے صرف اس وجہ سے اس پر عمل کیا کہ ان کو یہی کچھ پہنچا تھا اور انہوں نے عمداً سنت کی مخالفت نہیں کی اور انہوں نے تو جو انہوں نے سنا اس پر احسن طریقے سے عمل کیا۔ جبکہ یہ لوگ جب سنتے ہیں کہ فلاں معاملہ سنت کے خلاف ہے یا ان کو جب پتہ چلتا ہے کہ اہل بدعت مخالفت کر رہے ہیں اس طریقے کی جس پر اہل اسنت والجماعت ہیں اور مسلمانوں میں سے کوئی ان کو ان کی بدعت اور گمراہی پر روکنے کھڑا ہو جاتا ہے تو یہ اس کی گردن پر چڑھ دوڑتے ہیں اور اہل بدعت کی طرف سے مجادلہ اور دفاع کرتے ہیں اور ان کو ہدف تنقید بنا لیتے ہین اور یہ لوگوں کو بدعتی، فاسق اور جاہل نہیں قرار دیتے ان کی بدعت فسق اور جہالت کے باوجود اس لئے نہیں کہ ان علماء نے ان کو بدعتی نہیں کہا جو اپنے اجتہاد میں غلطی کر رہے ہیں حالانکہ ان علماء اپنی اجتہادی غلطی پر مغفور ہیں مگر یہ جان بوجھ کر اہل حق کو ہدف تنقید بناتے ہیں اور اہل باطل کو چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ یہ جانتے ہیں کہ یہ اہل بدعت کے مسئلے میں اس طرح ہیں تو جب تنازع قبر کی عبادت کرنے والوں اور اللہ کی صفات کو معطل کرنے والوں اور اللہ کے مستوی علی العرش ہونے کے منکرین کا معاملہ آتا ہے تو کیسے یہ اہل حق کے ساتھ موافقت کریں گے۔ لہٰذا ان ملحدین کا جہمیہ وغیرہ کو اہل بدعات پر قیاس کرنا سب سے بڑا ابطلان ہے لہٰذا اس قول کے کہنے والے اور قیاس کرنے والے کے پاس عقل نہیں ہے بلکہ وہ صراط مستقیم سے گمراہ ہو چکا ہے۔

معترض کا یہ کہنا کہ مسلمان کو کسی گناہ کے ارتکاب پر کافر نہیں قرار دیا جائے گا جیسا کہ وہ مسائل جو اہل قبلہ کے درمیان ہوتے رہتے ہیں وغیرہ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات بالکل صحیح ہے اور اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے اور گناہوں کے ارتکاب پر صرف خوارج اور روافض کافر قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔ اصل میں خوارج نے آئمہ مسلمین کو ان کی خطاء پر کافر قرار دینا شروع کیا حالانکہ وہ جس چیز کو خطا قرار دیتے ہیں وہ خطا بھی نہیں ہے خوارج کے بیس فرقے ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

① **محکّمہ:** یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف مسئلہ تحکیم کی بنیاد پر خروج کیا اور انہیں کافر قرار دیا اور عثمان رضی اللہ عنہ اور اکثر صحابہ کو کافر قرار دیا ان کی تعداد بارہ ہزار تھی جبکہ یہ نماز روزہ قرأت کرنے والے لوگ تھے۔

② **البیھسیہ:** ان کا نظریہ تھا کہ کوئی شخص کسی ایسی چیز کا ارتکاب کر بیٹھا جس کے بارے میں اسے یہ علم نہیں تھا کہ یہ حرام ہے یا حلال تو ایسا شخص کافر ہے۔

③ **الازرقیہ:** یہ نافع بن الارزق کے پیروکار تھے اور انہوں نے حضرت علی t پر تحکیم کی بناء پر کفر کا فتویٰ صادر کیا اور عثمان t، زبیر، طلحہ، عبداللہ بن عباس، عائشہ وغیرہم رضی اللہ عنہم اور دیگر مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ لگایا اور انہیں ہمیشہ کے لئے جہنمی قرار دیا۔

④ **النجدیۃ:** یہ نجدہ بن عامر کے پیروکار ہیں۔

⑤ **العاذریۃ:** لوگوں کو معذور سمجھنے والے جہالتی امور میں سوائے فروع کے۔

⑥ **الاصفریۃ:** زیاد بن اصفر کے پیروکار ہیں۔

⑦ **الاباضیہ:** عبداللہ بن اباض کے پیروکار انہوں نے علی اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کو کافر قرار دیا یہ سات فرقوں میں تقسیم ہوئے۔

⑧ **الحفصیۃ:** حفص بن ابی المقدام کے پیروکار ہیں۔

⑨ **الیزیدیۃ:** یزید بن نسیۃ کے پیروکار ان کا عقیدہ ہے کہ عجم میں ایک نبی کتاب کے ساتھ مبعوث ہو گا جو آسمان میں لکھی گئی ہو گی اور ملۃ محمد (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) کو چھوڑدے گا اور صابئہ مذہب اختیار کرے گا۔

⑩ **الحارثیہ:** ابی الحارث الاباضی کے پیروکار تقدیر کے منکر تھے۔

⑪ **العجاردۃ:** عبدالرحمن بن عجرد کے پیروکار یہ چار فرقے تھے اور سب کے سب گمراہ کن عقائد میں مشہور تھے۔

آپ کو ان فرقوں کے حالات و مقالات سمجھ میں آ گئے ہوں گے اور اہل سنت والجماعت کا نظریہ و عقیدہ بھی کہ وہ مسلمانوں کو عام گناہوں کی پاداش میں کافر نہیں قرار دیتے۔ اور نہ ہی کسی ایسی غلطی پر جو انسان کو ملۃ اسلامیہ سے نکالنے کا ذریعہ نہ بنتی ہو۔ رہا مسئلہ جہمیہ کو کافر قرار دینے کا اور قبر کی عبادت کرنے والوں کا تو وہ اس قبیل سے نہیں ہے اور نہ ہی ان کا یہ طریقہ ہے کیونکہ جہمیہ کو اکثر سلف نے بہتّر فرقوں سے خارج قرار دیا ہے۔ جیسا کہ عبداللہ بن مبارک کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ جب ان سے جہمیہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا وہ امت محمدیہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں شامل نہیں ہیں۔

رہا مسئلہ قبر پرستوں کا تو یہ اہل سنت کے نزدیک غالیہ مشہور ہیں کیونکہ یہ نصاریٰ سے اولیاء اور صالحین کی شان میں غلو کرنے کی وجہ سے مشابہ ہیں۔ پس جو ان کو کافر قرار دیتا ہے اور ان سے عداوت و بغض رکھتا ہے اور ان کی مجلس سے خود بھی بچتا ہے اور لوگوں کو بھی بچاتا ہے اور لوگوں کو ان سے نفرت دلاتا ہے تو ایسا شخص مومنین کے طریقے کا پیروکار ہے اور مخالف ہے۔ خوارج و روافض کے طریقے کا کہ انہوں نے مسلمانوں کو کافر قرار دیا چنانچہ جو ان جہمیہ کی تکفیر کو خوارج و روافض کی تکفیر کی طرح سمجھتا ہے وہ مسلمانوں کو دھوکہ دیتا ہے اور وہ اللہ کی راہ سے روکنے والا ہے ہم دلوں کے ٹیڑھ پن سے پناہ مانگتے ہیں۔

تسبیح استعمال کرنا بدعت ہے اور یہ ریاکاری کے زمرے میں آتا ہے

معترض کہتا ہے ((پہلی فصل تسبیح (دانوں والی یا دیگر) کے جواز میں ہے خطبہ تحریر کرنے کے بعد عائشہ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو ردٌّ"........ رواہ البخاری))" جس نے ہمارے اس دین

میں نئی چیز نکالی جو دین سے ثابت نہ ہو وہ مردود ہے"۔ابن رجب نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد کہاہے کہ جو شخص اللہ کی قربت ایسے عمل کے ذریعے حاصل کرناچاہے جو اللہ اوراس کے رسول نے نہیں کیااس کا عمل باطل ومردود ہے۔انتہی باختصار

میں کہتاہوں کہ: قربت سے مراد وہ عمل ہے جس کے کرنے پر انسان اللہ سے ثواب کی امید رکھتاہو اور ترک عمل مراد ہے جس کے ترک پر اجر کی امید اور اس کے کرنے پر سزاکاخوف رکھتاہو (پس دانوں وغیرہ والی) تسبیح کا استعمال اس زمرے میں آتا کیونکہ اس کو توبطور آلہ تعداد کی تعین کے لئے استعمال کیاجاتاہے۔مشہور حدیث میں یوں منقول ہے کہ جس شخص نے سبحان اللہ وبحمدہٖ سو مرتبہ کہااس کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں اس سے دیگر اذکار میں تسبیح کا استعمال بطور آلہ ہوتا ہے نہ کہ اس سے قربِ الٰہی مقصود ہے لہٰذا اس کا استعمال بدعت کیسے ہوگیا جبکہ شریعت نے آلات کے استعمال کو حرام نہیں قرار دیابشرطیکہ وہ آلات گناہوں کے لئے معاون نہ ہوں جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ نبی علیہ السلام اور خلفاء راشدین کے زمانہ اور صحابہ کے بعد بھی جہاد تیر، تلوار نیزوں سے ہوتا تھالیکن جب توپ، بندوقیں ایجاد ہوئیں تو مسلمانوں نے ان کو استعمال کرناشروع کردیااور ان کے ذریعے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے تھے ملۃ محمدیہ کے علماء میں سے کسی نے اس کاانکار نہیں کیااسی طرح آج کل گھڑیوں کا استعمال وغیرہ بھی ہے۔

الجواب: اس پورے اعتراض واستدلال وغیرہ کاجواب یہ ہے کہ تسبیح کامعاملہ اور اس بارے میں کلام کرناایک جزئی بات ہے (ایک خاص چیز کے بارے میں خاص حکم) جبکہ سابقہ بحث جو چل رہی ہے اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اس بارے میں گفتگو کرنے میں زیادہ فائدہ بھی نہیں ہے کیونکہ تسبیح کے استعمال میں علماء متاخرین کا اختلاف ہے بعض علماء نے اس کی اجازت دی ہے جبکہ بعض نے اس سے منع کیاہے اور کہاہے کہ تسبیح استعمال کرنابدعت ہے اور یہ ریاکاری کے زمرے میں آتاہے لہٰذا شریعت میں اس کی ممانعت کاسبب سد ذریعہ (جب ایک چیز کسی دوسری چیز کاذریعہ بنے تو اس کو روکنا مثلاً تسبیح سے ریاء کاری آتی ہے تو تسبیح سے منع کردینا تاکہ ریاء کاری سے رک جائے) ہے اور اس بارے میں اصل الاصل (سب سے بڑا قانون) سد ذریعہ ہی ہے جو لہٰذا جو شخص تسبیح استعمال کرتا ہے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کی مخالفت کرتا ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جو ہمارے دین میں نئی چیز نکالتاہے جو دین میں شامل نہیں تو وہ مردود ہے"۔کیونکہ نہ تو نبی علیہ السلام نے اس کا حکم دیااور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کو امت کے لئے مشروع قرار دیا اگر یہ کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہوتا اور یہ آپ e کی سنت ہوتی تو سب سے پہلے اس پر عمل کرنے میں ابو بکر ،عمر، عثمان، علی اور دیگر فاضل صحابہ رضی اللہ عنہم خاص طور پر عبد اللہ بن وغیر ہم رضی اللہ عنہم سبقت کرتے کیونکہ یہ لوگ آپ کی سنت پر عمل

کرنے میں بڑی تیزی کا مظاہرہ کرتے تھے حتیٰ کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس جگہ ضرور نماز پڑھتے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نماز پڑھی اور وہاں جا کر ضرور پیشاب کے لئے بیٹھ جاتے جہاں انہوں نے نبی علیہ السلام کو پیشاب کرتے ہوئے دیکھا حالانکہ عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اس معاملہ میں ان کی مخالفت کرتے تھے جب یہ بات واضح ہو گئی تو اب آتے ہیں تسبیح کی طرف کیوں کہ اس کو کس نے جائز کہا اور قیاس کی بنیاد پر ہی کہا ہے لہٰذ قیاس تو صحیح بھی ہوتا ہے اور غلط بھی قیاس محمود بھی اور مذموم بھی ہوتا ہے اس معترض نے ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث کے ضمن میں یہ قول نقل کیا کہ جو شخص اللہ کی قربت ایسے عمل کے ذریعے حاصل کرنا چاہے جو اللہ اور اس کے رسول نے مقرر نہیں کیا تو ایسا عمل مردود ہے اور باطل ہے۔کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کہاں تسبیح کے استعمال کا حکم ہے۔ سبحانک ہذا بہتان عظیم۔کتاب وسنت میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اس پر دلیل بن سکے اور نہ ہی ابن رجب کے قول میں کہیں ایسی بات ہے جو تسبیح کے جواز پر دلیل ہو بلکہ یہ تو ان کے قول کے شدید متناقض ہے ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں اس حدیث کی شرح کی ہے جو ان کے باطل کے خلاف ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے یہ سب باتیں ان کی طرف منسوب کر دی ہیں لہٰذا ان کی پیش کردہ حدیث ان کے خلاف دلیل ہے۔

انہوں نے جو یہ کہا کہ تسبیح قربت کا ذریعہ نہیں بلکہ یہ تو آلہ ہے اور اسے صرف تعداد کی حفاظت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے آلہ کس طرح بدعت ہوتا ہے وغیرہ۔

میں کہتا ہوں: اللہ تمہیں ہدایت دے یہ قیاس باطل ترین قیاس ہے اور یہ قیاس منقوص (ٹوٹ گیا) ہے اس لئے کہ توپ، بندوقیں وغیرہ یہ اسلحہ کی اقسام ہیں بندوق تیر کی جنس ہے جس طرح نیزے یا تیر سے نشانہ لگایا جاتا ہے جو بندوق سے شدید طریقے سے لگایا جاتا ہے اور توپ منجنیق کی قسم ہے بلکہ منجنیق سے شدید چیز ہے اور یہ سب جہاد کے آلات ہیں اور اس میں کوئی ذرہ برابر مہارت رکھنے والا بھی شک وشبہ نہیں کر سکتا اسی طرح گھوڑا ذرہ بکتر وغیرہ بھی آلات ہیں جو کفار کے خلاف استعمال کئے جاتے ہیں لہٰذا ان کا استعمال خرید وفروخت اللہ کی قربت کا عظیم ذریعہ ہے اور ان کا استعمال ان کی جگہ پر شرعی حکم ہے لہٰذا جب دشمن بندوق استعمال کرے یا توپ وغیرہ تو اس کے مقابلے میں ان ہی چیزوں کا استعمال حکم تبدیل نہیں کرتا یعنی یہ ضروری نہیں کہ آپ ہر صورت میں تیر، نیزہ تلوار ہی استعمال کریں گے بلکہ بندوق توپ وغیرہ کو جہاد میں استعمال کرنا اللہ کی قربت کا باعث ہے اور یہ عمل صالح ہی ہے جس میں کسی مسلمان کو شک نہیں ہے۔لہٰذا جو ان میں فرق کا قائل ہے وہ دلیل بھی دے گا لہٰذا ذرہ برابر معرفت رکھنے والا کوئی بھی شخص یہ نہیں کہتا کہ یہ آلات اللہ کی قربت کا ذریعہ ہے لیکن جو کہتا ہے وہ متکبر اور عقل کا دشمن ہے۔

ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ شرح العمدۃ میں نبی علیہ السلام کے قول (تم خالد پر ظلم کر رہے ہو اس لئے کہ اس نے اپنا جنگی سامان اللہ کی راہ میں لگادیا ہے) کے تحت کہتے ہیں کہ: العتاد وہ ہے جس کے ذریعے مسلمان تیاری کرتا ہے مثلاً اسلحہ، جانور، جنگی آلات اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

رہی بات گھڑیوں، نقشے، روزنامے وغیرہ کی تو یہ نبی علیہ السلام کے زمانے میں نہیں تھے لہٰذا ان پر اعتماد کرنا درست نہیں ہے اعتماد اس چیز پر کیا جائے گا جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول نے بطور شریعت مقرر کیا ہو وقت معلوم کرنے کے لئے۔ لہٰذ گھڑیوں نقشوں وغیرہ کا نہ تو اعتبار ہے اور نہ ہی اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی یہ قتب الٰہی کا ذریعہ ہے اور جبکہ تم نے یہ خود اقرار کیا ہے کہ تسبیح کا استعمال قربت کا ذریعہ نہیں ہے اور بات بھی ایسی ہی ہے اور یہ بات بھی واضح ہو گئی ہے کہ اس معترض کا قیاس عقلاً و نقلاً غلط قرار پاتا ہے لہٰذا یہ بدعت ہی ہے دین میں نئی چیز ہے۔

اور یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ معترض کا اعتراض اور دلائل عقلاً نقلاً دونوں اعتبار سے باطل ہیں کیونکہ یہ بدعت ہے اور اسلام میں ایک نئی چیز ہے اور شریعت سے ثابت نہیں ان لوگوں نے جو تسبیح کو تیروں، تلواروں وغیرہ پر قیاس کیا ہے یہ بھی باطل ہے اگر یہ گٹھلیوں، کنکریوں، دھاگوں پر قیاس کرتے تو پھر بھی مناسب تھا مگر انہوں نے تیر، تلوار پر قیاس کیا جس کی تسبیح سے کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ یہ آلات حرب ہیں اور وہ تسبیح ہے اگرچہ بعض علماء نے تسبیح کی مشروط اجازت ضرور دی ہے اور وہ شرط یہ ہے کہ اس کو مخفی رکھ کر پڑھا جائے مگر آج جس طرح یہ پڑھی جاتی ہے تو یہ کھلم کھلا بدعت ہے کیونکہ یہ طریقہ نبی علیہ السلام کے زمانے میں موجود نہیں تھا اور نہ ہی صحابہ کا عمل اس کی گواہی دیتا ہے اور یہ دین میں شامل ہی نہیں ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بموجب یہ عمل بدعت ہی قرار پاتا ہے: "من عمل عملًا ليس عليه امرنا فهو ردٌ. وفي لفظ: من احدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردٌ..... جس شخص نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں: جس شخص نے ہمارے دین میں نئی چیز نکالی جو دین میں شامل نہ ہو وہ مردود ہے"۔ یعنی وہ اس پر دوبارہ لوٹا دی جاتی ہے۔

چنانچہ تسبیح کے قائلین ان دو نقصانات سے نہیں بچ سکتے۔ جب تسبیح استعمال کرنے والا تسبیح استعمال کرتا ہے تو اس کے دل میں یہ خیال ضرور آتا ہے کہ لوگ مجھے دیکھ رہے ہیں چنانچہ جو لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل کرتا ہے وہ شرک کرتا ہے دوسرا نقصان یہ

ہے کہ تسبیح لوگ شوقیہ استعمال کرتے ہیں گویا انہوں نے دین کو مذاق وتماشہ بنالیا چنانچہ ایسا شخص نافرمانی اور سنت کی مخالفت کے زمرے میں آتا ہے اور آج کل عام طور پر لوگ شوقیہ ہی یہ استعمال کرتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ کیا جارہاہے اور یہ بات دین سے معلوم ہوچکی ہے کہ اللہ نے دینی امور کو کھیل بنانے کی اجازت نہیں دی اور نہ ہی نبی علیہ السلام نے اس کو اپنی امت کے لئے جائز کہاہے یہ عمل دین سے ثابت نہیں اسی وجہ سے انہیں اس کی دلیل دین سے دینے کی بجائے تیر تلوار نیزوں پر قیاس کرکے دینی پڑی جو کہ خود ایک مذاق اور کھیل تماشے کے مترادف ہے کیونکہ اگر یہ عمل دین سے ثابت ہوتا تو صحابہ کرام اس پر عمل کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت کرتے جبکہ فاضل صحابہ مثلاً ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم تو اس کو حرام قرار دیتے ہیں اگر یہ دین کا حصہ ہوتا تو یہ اس کو حرام قرار نہ دیتے پتہ چلا یہ لوگوں کی خود ساختہ چیز تھی اور یہ محض اہل غفلت نے اور ریاء کار لوگوں نے ایجاد کی تھی اور اس کو انہی لوگوں نے آگے بڑھایا جو لَا يَذْكُرُوْنَ اللهَ قَلِيْلًا "جو نہیں ذکر کرتے اللہ کا مگر تھوڑا"۔ جب اس قسم کے لوگ لوگوں کی محفلوں میں یا مساجد، بازاروں میں تسبیحات پکڑے آتے ہیں (تا کہ لوگ انہیں پرہیزگار سمجھیں)

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان لوگوں کی مثال اس طرح ہے جیسے کوئی قرآن مجید کو زیورات سے مزین تو کرے مگر اس کی تلاوت سے گریز کرے یا قرآن پڑھتا تو ہے مگر اس کی اتباع نہیں کرتا اور اس کی مثال اس جیسی ہے جو مسجد کو تو خوب سجاتا ہے مگر اس میں نماز نہیں پڑھتا الا قلیل اور جو لوگ تسبیحات کا استعمال کرتے ہیں وہ ریاء کار لوگوں کے ہم مرتبہ ہیں کیونکہ یہ ریاء تکبر اور مخالفت شرع کے مرتکب ہوتے ہیں اور جس سے ان میں فسادِ اعمال پیدا ہوتا ہے۔

جب یہ بات آپ جان چکے ہیں کہ تسبیحات کا مروجہ طریقہ دین سے ثابت نہیں ہے اور یہ بدعت ریاء کاری میں شامل ہے اب جن علماء نے اس کو جائز قرار دیا ہے تو انہوں نے بھی اس کو محض کنکریوں وغیرہ پر قیاس کرکے جائز قرار دیا ہے۔

اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں کہ انگلیوں پر تسبیح پڑھنا سنت سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے اور خلفاء اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی تسبیح ہمیشہ انگلیوں پر پڑھی ہے۔ لہٰذا ان کی پیروی کرنا ہی نجات کا راستہ ہے۔ ہاں جن علماء نے مروجہ تسبیح کے استعمال کی بحالت مجبوری اجازت دی ہے انہوں نے بھی یہ شرط عائد کی ہے کہ ایسی جگہ پر پڑھی جائے جہاں اس کو کوئی دیکھنے والا نہ ہو بلکہ کسی خالی جگہ جا کر پڑھے مگر جو طریقہ آج لوگوں نے اپنا رکھا ہے فاشا وکلا کیونکہ یہ سنت کی بجائے ریاء کاری زیادہ ہے لہٰذا جب معاملہ اسی طرح ہے کہ یہ عمل سنت ثابت نہیں بلکہ یہ بدعت ہے تو اس بدعت سے منع کرنے پر طعن وتشنیع کرنے کی

ضرورت ہی نہیں لہٰذا جس نے بدعت کا یہ دروازہ اس کو جائز قرار دے کر کھولا ہے اس نے ہی ریاء کاری کا دروازہ کھولا ہے اور وہ طعن و تشنیع کے قابل ہے نہ کہ اس سے منع کرنے والے۔

اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ جو عمل غیر مشروط طریقے پر کیا جائے وہ گمراہی کا باب کھولتا ہے جیسا کہ دارمی کی یہ روایت دلیل ہے :عمرو بن یحییٰ کہتے ہیں میں نے اپنے والد سے سنا وہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز سے پہلے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ آ گئے اور انہوں نے پوچھا کہ: ابو عبد الرحمن نکلے ہیں یا نہیں ؟ہم نے کہا: نہیں۔ تو وہ بھی بیٹھ گئے جب وہ نکلے تو انہوں نے کہا:اے ابو عبد الرحمن میں نے ابھی مسجد میں ایسا عمل دیکھا ہے جو میرے لئے نیا ہے اور میں اس میں بھلائی نہیں دیکھتا۔ تو انہوں نے کہا: کیا دیکھا ہے ؟۔ تو جواب دیا: میں نے مسجد میں دیکھا لوگوں نے حلقے بنا رکھے ہیں اور وہ نماز کا انتظار کر رہے ہیں اور یہ حلقہ میں ایک شخص ہے اور لوگوں نے اپنے ہاتھ میں کنکریاں اٹھا رکھی ہیں وہ لوگوں کو کہتا ہے اللہ اکبر کہو سو مرتبہ چنانچہ وہ سو مرتبہ اللہ اکبر کہتے ہیں پھر وہ کہتا ہے: سو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہو لوگ سو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں پھر وہ کہتا ہے سو مرتبہ سبحان اللہ کہو چنانچہ لوگ سو مرتبہ سبحان اللہ کہتے ہیں تو انہوں نے اس کو کہا کہ: تم نے انہیں کیا کہا ہے ؟تو انہوں نے جواب دیا: میں نے ان کو کوئی بات نہیں کہی میں آپ کی رائے کا انتظار کر رہا تھا تو انہوں نے کہا: تم نے ان کو یہ کیوں نہیں کہا کہ: تم اپنے سیئات(گناہ) شمار کر رہے ہو اور تمہاری نیکیوں میں کچھ اضافہ نہیں ہو رہا ہے پھر یہ چلے اور ان حلقوں کے قریب آئے اور کہا: یہ کیا کر رہے ہو ؟انہوں نے کہا کہ: ہم کنکریوں پر تکبیر، تہلیل، تسبیح شمار کر رہے ہیں تو آپ t نے کہا: یہ تم گناہ کر رہے ہو اور میں اس چیز کی ضمانت دیتا ہوں کہ اس سے تمہاری نیکیوں میں اضافہ نہیں ہو رہا افسوس اے امت محمد یہ تم کس قدر تیزی سے ہلاکت کی جانب بڑھ رہے ہو یہ محمد e کے صحابہ موجود ہیں اور نبی علیہ السلام کے کفن کا کپڑا ابھی ابھی میلا نہیں ہوا اور ان کے برتن بھی ابھی نہیں ٹوٹے اللہ کی قسم تم جس طریقے کو اپنا رہے ہو وہ ملۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے آگے کی چیز ہے اور تم گمراہی کے دروازے کھول رہے ہو ۔ تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم اے ابو عبد الرحمن ہمارا ارادہ خیر کا تھا۔ تو انہوں نے کہا: کتنے ہی خیر کا ارادہ کرنے والے خیر حاصل نہیں کرتے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ: بے شک ایک قوم قرآن پڑھے گی مگر قرآن ان کے گلے سے آگے نہیں جائے گا اور اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ شاید ان کی اکثریت ان ہی میں سے ہو۔

عمرو بن سلمہ کہتے ہیں کہ: میں نے ان کی اکثریت کو نہروان والے دن دیکھا کہ وہ ہمارے خلاف تھے اور خوارج کے ساتھ تھے۔

محمد بن وضاح نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے اور یوں کہا کہ: (تم اندھیری بدعت پر سوار ہو چکے ہو یا تم نے فضیلت دی محمد ﷺ کے اصحاب کو علم کے اعتبار سے)۔

پھر محمد بن وضاح نے بیان کیا کہ ابان بن عیاش نے حسن سے گٹھلیوں اور کنکریوں پر تسبیح پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا (اس طرح تسبیح نہ تو نبی علیہ السلام کی ازواج نے کی اور نہ ہی دیگر مہاجرات نے)۔

محمد بن وضاح کہتے ہیں: ہم سے بیان کیا اسد نے جریر بن حازم کے واسطے سے انہوں نے حازم سے انہوں نے صلت بن بہرام سے وہ کہتے ہیں کہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک عورت کے پاس سے گزرے اس کے پاس ایک تسبیح تھی جس پر وہ تسبیح پڑھتی تھی تو انہوں نے اس کو توڑ کر پھینک دیا پھر یہ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو کنکریوں پر تسبیح پڑھ رہا تھا تو انہوں نے اس کو اپنی ٹانگ ماری اور کہا تم اندھیری بدعت پر سوار ہو یا تم محمد ﷺ کے اصحاب پر علم کے اعتبار سے غالب آ چکے ہو۔

تم دیکھو اس عمل مشروع کو اور محبوب الی اللہ کو لیکن جب عمل اس طریقے پر نہ ہو جو صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے اور نہ اس کو نبی علیہ السلام نے کیا ہو تو کس طرح صحابہ نے ایسے عمل کا انکار کیا جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ایسے طریقے پر چل رہے ہو جو محمد ﷺ کے اصحاب سے زیادہ ہدایت پر ہے (تمہارے گمان کے مطابق) مگر یہ طریقہ گمراہی کا دروازہ کھول رہا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ بدعت اور گمراہی ہے اور نبی علیہ السلام کی اور آپ ﷺ کی ملت کی ہدایت کے مطابق نہیں ہے اور جو لوگ تکبیر و تہلیل و تسبیح کو شمار کرنے کے لئے کنکریاں استعمال کرتے تھے وہ ان کنکریوں کو تعداد کی یاددہانی کے لئے آلہ کے طور پر استعمال کرتے مشہور روایت میں چونکہ تعداد کی تعیین کی گئی ہے ان میں کچھ لوگوں نے ان لوگوں کی پیروی میں یہ کام شروع کیا جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں یہ عمل کرتے تھے مگر یہ بات بھی یاد رہے کہ یہ عمل کرنے والے ہی صحابہ پر طعن کر رہے تھے نہروان والے دن اور اس عمل کا انکار کرنے والوں نے اپنے سلف کی اتباع کی جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حذیفہ رضی اللہ عنہ، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کیونکہ ہر قوم کا ایک وارث ہوتا ہے۔

جب یہ بات آپ کے علم میں آگئی کہ یہ عمل صالح جس کو بعض لوگ ظاہراً مسجد یا مجلس میں کنکریوں یا تسبیح (دانوں والی) پر کرتے ہیں یہ عمل رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل کے خلاف ہے اور یہ عمل گمراہی کا دروازہ کھولتا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ عمل نہ ظاہراً کیا اور نہ ہی خفیہ طور پر جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عمل اسلام میں خود ساختہ اور نیا ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ بعض سلف وخلف نے تسبیح کی گنتی کو کنکریوں پر شمار کیا ہے اور ان کی دلیل سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک عورت پر انکار نہیں کیا جو افضل اور زیادہ آسانی کی دلیل ہے اور اس میں جواز کی بھی دلیل ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض لوگوں سے اگرچہ یہ عمل صادر ہوا ہے کیونکہ انہیں یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا لیکن جب معلوم ہو گیا تو انہوں نے رجوع کر لیا رہی بات ابو ہریرہ t کی تو وہ صرف اپنے گھر میں استعمال کرتے تھے وہ بھی نیند کے موقع پر اور اس موقع پر نہ تو کوئی دیکھ رہا ہوتا ہے اور نہ یہ کسی کے مشاہدے میں آتی ہے جبکہ ایک صحابی کا فعل اہل الحدیث کے نزدیک حجت بھی نہیں ہوتا جبکہ یہ لوگ اپنے مصلی پر یہ عمل کرتے ہیں حالانکہ صحابہ اپنے عمل کو بڑا مخفی رکھتے تھے جیسا کہ مشہور و معروف ہے۔

جب آپ یہ سمجھ گئے تو یہ بھی سمجھ لیں کہ جو اس کو جائز قرار دیتے ہیں آج کے لوگ ان کے طریقے کے بھی خلاف کر رہے ہیں۔

ان لوگوں نے اس کے بعد شیخ الاسلام کی طرف یہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ اسی بات کے قائل تھے کہ جنس مفضول (وہ جنس جس کو فضیلت دی گئی ہو) کبھی فاضل سے بھی زیادہ افضل ہوتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ: یہ بات بھی حق ہے اور اس میں کسی قسم کا تردد نہیں ہے لیکن یہ ثابت ہوتا ہے جب مفضول شروع سے ثابت ہو لہٰذا اس مسئلے کو تسبیح والے مسئلے میں داخل کرنا جہالت اور دھوکہ دہی کے مترادف ہے کیونکہ ہم نے جو اس کی ممانعت ثابت کی ہے اس کی وجہ اس کا بدعت ہونا ہے کیونکہ اس کا ایک مدت تک اسلام میں نشان نہیں ملتا حتی کہ تم لوگوں نے اس کی طرف دعوت دی اور یہ بات رسائل میں لکھی تب لوگوں کو علم ہوا اور جو لوگ اس سے منع کرتے ہیں وہ اس وجہ سے تاکہ ریاء کاری کا ذریعہ ختم ہو سکے اور اس بناء پر بھی منع کرتے ہیں کہ یہ سلف سے ثابت نہیں ہے مگر اللہ کی تسبیح وتحمید اور تہلیل کرنا انگلیوں یا بغیر انگلیوں کے اور وہ دیگر ورد قراءۃ القرآن وغیرہ فجر کے بعد یا عصر کے بعد کرتا ہے تو یہ فاضل سے زیادہ فضیلت والی ہو گئی (یعنی ذکر کرنا فضیلت کا باعث ہے

مگر فجر کے بعد کرنے سے اس کی فضیلت بڑھ گئی) مگر تسبیح (دانوں والی وغیرہ) جو کہ ایک بدعت ہے اس کو مفضول قرار دینا حاشا وکلا یہ ایک الگ بات ہے جبکہ شیخ الاسلام کی بات علیحدہ ہے اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں بنتا اور یہ بات کوئی عالم ہر گز نہیں کہہ سکتا بلکہ یہ تو بدعت کی ایک قسم کی تحسین ہے اور ایک مقیّد (جو کہ ایک خاص حالت میں مشروع ہو مثلاً گھر میں چھپ کر نماز پڑھنا) کو مشروع مطلق (ہر صورت میں جائز) میں داخل کرنا ہے۔

رہا ان کا یہ قول کہ (فقیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ بدعت شرعیہ اور بدعت لغویہ میں فرق سمجھتا ہو)

میں کہتا ہوں: بدعت لغت کے اعتبار سے ہر اس کام کی ابتداء کو کہا جاتا ہے جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور بدعت شرعیہ یہ ہے کہ جس پر کوئی شرعی دلیل موجود نہ ہو جب آپ یہ بات جان چکے تو یہ بھی جان لیں کہ منکوں والی یا دانوں والی تسبیح وغیرہ استعمال بدعت لغویہ کے ضمن میں نہیں آتا کیونکہ اس کو بدعت لغویہ قرار دینے کے لئے یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ جس طرح لوگ آج کر رہے ہیں اس کی اصل شرع سے ثابت ہے جبکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کا انکار کیا ہے جیسا کہ دارمی اور محمد بن وضاح وغیرہ نے بیان کیا ہے۔ اور تسبیحات کو ہاتھوں میں اٹھائے پھرنا جس طرح آج لوگ کرتے ہیں اس کی شرع میں کوئی اصل نہیں ہے اور یہ صحابہ کے شعار سے بھی ثابت نہیں ہے جیسا کہ شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے چنانچہ یہ بدعت ہے اور دین میں نئی ایجاد ہے جو اس کے جواز کا دعویٰ کرتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ دلیل پیش کرے اور جو لوگ خلوت میں کنکریوں پر شمار کر کے تسبیح پڑھا کرتے تھے وہ اس کو بطور استحسان کرتے تھے نہ کہ بطور مشروع اگر اس کی فضیلت ہوتی تو اس عمل میں ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم سبقت کرتے۔

(معترض کا ابتدائے کلام میں جو یہ استدلال سامنے آیا کہ) قربت ہر اس عمل سے حاصل ہوتی ہے جس کا کرنے والا اس کے کرنے یا ترک کرنے پر اللہ سے ثواب کی امید کرتا ہو اور جس کے ترک پر سزا سے ڈرتا ہو)

اس کا جواب یہ ہے کہ: یہ بات مطلقاً قبول نہیں کی جاسکتی بلکہ اللہ کا تقرب صرف ان اعمال کے کرنے پر حاصل ہوتا ہے جو اللہ نے یا اس کے رسول نے مشروع قرار دیئے ہوں اور جو اعمال ایسے نہ ہوں ان سے تقرب حاصل نہیں ہوتا اگر ثواب کی نیت سے کیا جانے والا ہر عمل قربت الٰہی کا ذریعہ ہوتا تو پھر ہفتہ میں ایک مرتبہ پڑھی جانے والی نماز، یا سال میں ایک مرتبہ پڑھی جانے والی نماز یا اتوار، پیر، منگل بدھ جمعرات جمعہ کو پڑھی جانے والی وہ نمازیں جن کا طریقہ ابو طالب وابو حامد اور عبد القادر کی کتب میں ذکر

ہوا ہے وہ بھی قرب الٰہی کا ذریعہ کہلائی جائیں اسی طرح صلاۃ اَلفیہ جو رجب کے شروع میں اور نصف شعبان کو پڑھی جاتی ہے اسی طرح صلاۃ اثنا عشریہ جو رجب کے شروع میں اور رجب کی انیتس کو پڑھی جاتی ہے اسی طرح دیگر وہ نمازیں جن کا تذکرہ تین مہینوں میں کیا جاتا ہے۔ نماز عیدین اور نماز عاشورہ وغیرہ بھی اللہ کی قربت کا ذریعہ ہوتی کیونکہ ان کا ادا کرنے والا بھی ثواب کی نیت سے کرتا ہے اسی طرح دیگر وہ اذکار جو ہفتہ وار کہلاتے ہیں اور جو وضعی روایات پر مبنی ہیں ان کا عامل بھی ثواب کی امید رکھ کر کرتا ہے کیا یہ سب قربت کا ذریعہ ہیں ؟۔ جب یہ سب اعمال خلاف شرع ہونے کی وجہ سے بدعت ہیں کیونکہ نماز میں اصل یہی ہے کہ وہ شریعت سے ثابت ہو اور اللہ کی محبت میں ادا کی جائے۔ لہٰذا اس پر غور کرو اور دیگر غلط راہوں کو چھوڑ دو۔

رہا مسئلہ اس حدیث سے دانوں والی تسبیح پر استدلال کہ ((نعم المذکر السبحۃ)) "بہترین ذکر کرنے والا تسبیح کرنے والا ہے"۔ یہ استدلال غلط ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے اور نبی علیہ السلام کے بارے میں بھی غلط بات باندھی جارہی ہے کیونکہ نبی علیہ السلام نے نہ کبھی منکوں والی تسبیح کی تعریف کی اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس کو دیکھا بلکہ یہ حدیث بعینہ صاحب الفردوس کے نزدیک چاشت کی نماز کے لئے مروی ہے جبکہ سیوطی نے یہ روایت مندوبات الصلاۃ کے بیان میں اور جمع الجوامع کتاب میں بیان کی ہے اسی طرح شیخ عبد القادر جیلانی المصری الشہیر بالامیر المالکی نے کہا ہے یہ روایت چاشت نماز کے لئے مروی ہے اور یہی صحیح ہے۔

فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

معترض نے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے بیان میں ایک فصل قائم کی اور پھر وہ دعائیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہیں علی العموم بیان کیں ان میں سے بعض صحیح اور بعض ضعیف اور بعض موضوع بھی ہیں جو مؤلف کی خواہشات کی تکمیل کرتی ہیں۔

فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھانے کے بارے میں انہوں نے وہ روایات بیان کی ہیں جو بالکل صحیح نہیں ہیں اور ناقابل اعتماد ہیں چنانچہ عبادات میں ان روایات پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور تمام دعائیں جو انہوں نے بیان کیں ہیں وہ تمام دعائیں ہیں۔ نمازوں سے متعلق صرف انس رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد والی روایت ہے اور یہ دونوں ضعیف ہیں۔

رہی بات یہ کہ (فضائل میں ان پر عمل کیا جائے گا) تو شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسی طرح امام احمد کا بھی قول یہ ہے کہ جب ترغیب کی بات آتی ہے تو ہم سند میں تساہل (سستی) سے کام لیتے ہیں حالانکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی حکم شریعت سے ثابت ہو یا کسی چیز سے منع کیا گیا اور اس کی اصل موجود ہو پھر کوئی اور حدیث آجائے جس میں اس کی مشروع ہونے یا منع ہونے کی ترغیب یا ترہیب ہو اور اس کا جھوٹا ہونا بھی معلوم نہ ہو چنانچہ جس میں ثواب وعقاب ہو تو کبھی وہ حق ہوتی ہے اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ وہ ایسی نہیں ہے تو ثواب وعقاب لازمی ہے اور جو مروی ایسی ہو جس کے بارے میں یہ علم ہو کہ اس میں کذب بیانی ہے تو معاذ اللہ اس کو بیان کرنا بھی جائز نہیں ہے جب تک اس کی حالت بھی بیان نہ کر دی جائے اور اس سے ترغیب وترہیب میں دلیل نہیں لی جاسکتی اور نہ ہی اس قسم کی روایت سے کوئی حکم شرعی ثابت کیا جاسکتا ہے نہ مندوب نہ کراہۃ اور نہ ہی فضیلت اسی طرح کسی حدیث پر اس وقت تک عمل جائز نہیں ہے جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ یہ ثابت ہے یا نہیں لہذا کسی حکم شرعی کو ثابت کرنے کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے ورنہ بغیر دلیل کے حکم شرعی ثابت کرنا گویا اللہ پر بغیر علم گفتگو کر دی۔ عیاذ باللہ

یہ حدیث جو انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس کے بعد والی بھی جو کہ وقت معین کے بارے میں ہے اور ہم اس کی حالت نہیں جانتے کہ ثابت ہے یا نہیں پھر بھی اس پر اعتماد کرنا اللہ پر بغیر علم گفتگو کرنے کے مترادف ہے۔

ابن المفلح الآداب میں کہتے ہیں کہ: احمد بن حسن الترمذی نے کہا میں نے ابو عبد اللہ سے سنا انہوں نے کئی احادیث بیان کیں پھر کہا اور اسی طرح کہا ہے کہ اجنبی حدیثوں میں سب سے بدترین وہ احادیث ہیں جن پر عمل نہ کیا جاتا ہو اور نہ اعتماد کیا جاتا ہو۔

ابن المبارک کہتے ہیں کہ: ضعیف احادیث سے صحیح کو جدا کرنا ہمارا کام ہے۔

ابن مہدی کہتے ہیں کہ: کسی کو یہ لائق نہیں کہ وہ ضعیف احادیث میں لکھنے میں مصروف رہے اس کا سب سے کم نقصان یہ ہو گا کہ اس سے اتنی ہی صحیح احادیث فوت ہو جائیں گی۔

پھر معترض کہتا ہے کہ: (ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ نماز کا سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رخ ہو کر آمین آمین کہنے والوں کے ساتھ مل کر دعا مانگنا نبی علیہ السلام کے طرز عمل سے ثابت نہیں ہے اور کسی صحیح یا حسن سند سے اس بارے میں کوئی ایک حدیث بھی منقول نہیں

ہے) پھر معترض نے گفتگو ختم کرتے ہوئے ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا مگر ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا کچھ کلام حذف کر دیا جس میں انہوں نے یہ کہا کہ (اس دعا کو نماز فجر اور عصر کے ساتھ خاص کر لینا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے اور نہ خلفاء کے فعل سے ثابت ہے اور نہ ہی انہوں نے یہ امت کو سکھایا ہے بلکہ یہ استحسان کی صورت ہے جو لوگوں نے نبی علیہ السلام اور خلفاء کے بعد سنت کے عوض اختیار کی ہے۔ واللہ اعلم

میں نہیں جانتا کہ اس نے یہ کلام کیوں حذف کیا میرا خیال ہے کہ جب ان کے اور ان لوگوں کے درمیان بحث چلی جنہوں نے نماز فجر وعصر کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے سے انکار کیا کہ یہ فجر اور عصر کی نماز میں تھا تو انہوں نے اس بناء پر یہ کلام حذف کر دیا یا جو حدیث انہوں نے اس بارے میں ذکر کی ہے اس کا مرفوع ہونا ثابت نہیں ہے اور وہ انہوں نے حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ کی مصنف سے ذکر کی ہے جیسا کہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نفی کی ہے۔

پھر انہوں نے ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کیا مگر اس کی نسبت ان کی جانب نہیں کی بلکہ اسے مبہم رکھا چنانچہ کہتے ہیں کہ: عام دعائیں جو نماز سے متعلق ہیں اس کو نماز میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھا ہے اور نماز میں پڑھنے کا حکم دیا ہے اور نمازی کے لئے یہی لائق ہے کیونکہ وہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہو کر اللہ سے سرگوشیاں کرتا ہے جب وہ سلام پھیر دیتا تو یہ سرگوشی ختم ہو جاتی ہے اور یہ قرب کے لمحات ختم ہو جاتے ہیں لہٰذا انسان سرگوشی کرتے وقت اپنا سوال کس طرح ترک کر سکتا ہے جبکہ وہ اللہ کے قریب ہوتا ہے اور اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے پھر جب وہ نماز پڑھ لیتا ہے تو پھر سوال کرتا ہے جبکہ نمازی کے لئے اس کے برعکس حال زیادہ لائق ہے مگر یہاں ایک باریک نقطہ ہے وہ یہ کہ جب نمازی اپنی نماز اور اللہ کے ذکر تسبیح و تہلیل و تحمید سے فارغ ہوتا ہے اور اللہ کی تعریف کرتا ہے اور نبی علیہ السلام پر درود پڑھتا ہے تو اس کے بعد دعا کرنا مستحب ہو جاتا ہے جیسا کہ فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھ لے تو پہلے اللہ کی حمد کرے پھر اللہ کی ثناء اور مجھ پر درور پڑھے پھر دعا مانگے جو چاہے)۔ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حدیث صحیح ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ کہا ہے وہ حق اور صحیح ہے مگر اس کلام کی اپنی ایک جگہ ہے اور اس کو سمجھنے کے لئے اس کی جگہ پر رکھنا ضروری ہے جو ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو سمجھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ وہ قطعی طور پر انفرادی طور پر بغیر ہاتھ اٹھائے کبھی کبھی دعا مانگنے کو جائز قرار دیتے ہیں رہا فرض نمازوں کے بعد دعا مانگنا تو یہ بات ذکر ہو چکی ہے کہ انہوں نے اس کو نبی علیہ السلام کے

طریقے کے خلاف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس بارے میں کوئی صحیح اور حسن روایت منقول نہیں ہے اور جو لوگ اس کو فجر اور عصر کی نمازوں کے ساتھ خاص کرتے ہیں ان کی دلیل بھی صرف استحسان ہے انہوں آئمہ کے متبعین کو یہ کرتے ہوئے دیکھا کوئی مستند دلیل نہیں ہے اور یہ فرض نمازوں میں مانگنا جائز ہے اور فرضوں کے بعد کبھی مانگ لینا مشروع ہے۔ مگر اس پر ہیشگی کرنا مشروع نہیں ہے بلکہ وہ مکروہ ہے جیسا کہ شیخ الاسلام کا کلام آئے گا۔ لہٰذا یہ دھوکہ دینا کہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرض نمازوں کے بعد کے بعد دعا کے جواز کے قائل تھے یہ حق کو باطل میں داخل کرکے دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔

ہم نے جو شیخ الاسلام کا قول بیان کیا اس کی وضاحت یوں ہے کہ شیخ سے جب یہ پوچھا گیا کہ لوگ پانچ نمازوں کے بعد دعائیں مانگتے ہیں تو ان کا جواب بحمد اللہ یہی تھا کہ یہ کام نبی علیہ السلام نے نہیں کیا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگتے تھے اور نہ لوگ آمین آمین کہہ کر دعائیں مانگتے تھے جیسا کہ لوگ فجر اور عصر کے بعد کرتے ہیں اور نہ نبی علیہ السلام سے کسی ایک صحابی نے بھی نقل کیا ہے اور نہ اس کو آئمہ میں سے کسی نے مستحب سمجھا ہے اور جس نے یہ نقل کیا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کو مستحب سمجھتے تھے اس نے غلط کہا ہے کیونکہ ان کی کتاب کے الفاظ اس بات کی نفی کرتے ہیں اگرچہ امام احمد اور ابو حنیفہ کے اصحاب نے فجر اور عصر کے بعد اس کو مستحب قرار دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ دو نمازیں ایسی ہیں کہ اس کے بعد کوئی اور نماز نہیں ہوتی لہٰذا نماز کے عوض دعا مانگ لی جائے اور اصحاب شافعی فرض نمازوں کے بعد اس کو مستحب سمجھتے تھے مگر یہ سب اس بات پر اتفاق کرتے تھے کہ جو دعا ترک کردے اس پر انکار بھی نہیں کیا جائے گا اور جو انکار کرتا ہے وہ خطاء کار ہے اس پر علماء کا اتفاق ہے کیونکہ نہ تو یہ عمل مامور بہ ہے نہ یہ وجوبی امر ہے اور نہ یہ استحبابی عمل ہے بلکہ اس کا کرنے والے سے زیادہ انکار کرنے والا زیادہ حق پر ہے۔ لہٰذا کسی ایسی چیز پر ہیشگی کرنا جس پر نبی علیہ السلام ہیشگی نہیں کرتے تھے وہ عمل مشروع نہیں کہلا سکتا بلکہ مکروہ ہے جس طرح کوئی نماز میں داخل ہوتے وقت دعا کو ہمیشہ اختیار کرے یا پانچوں نماز کی پہلی رکعت میں قنوت پر ہیشگی کرے یا ہر نماز میں دعائے استفتاح جہراً پڑھے تو یہ تمام اعمال مکروہ ہیں کیونکہ قنوت نبی علیہ السلام نے کبھی پڑھی ہے جبکہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی استفتاح جہراً پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جہراً پڑھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا۔ لہٰذا جو کام کبھی کیا گیا ہو اس کو ہمیشہ کرنا صحیح نہیں ہے اگر کبھی امام و مقتدی مل کر کسی خاص بناء پر فرض نمازوں کے بعد دعا مانگتے ہیں تو یہ خلافِ سنت نہیں کہلائے گا بخلاف اس شخص کے جو اس کو ہمیشہ کرتا ہے صحیح احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے اختتام پر سلام سے قبل دعائیں پڑھا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حکم دیتے تھے اس پر ہم بسیط کلام کرچکے ہیں اس بارے میں مروی احادیث ہم بیان کرچکے ہیں اور ان روایات کے بارے میں جنہوں نے یہ گمان کیا کہ یہ نماز کے بعد اجتماعی دعا کی دلیل ہے اس پر بھی بات ہو چکی اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ

نماز میں بندہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے اور سرگوشی کے وقت ہی رب سے مانگنا مناسب ہے جس طرح آپ کبھی کسی بادشاہ سے گفتگو کر رہے ہوں تو ایسے موقع پر اس سے مانگنا مناسب ہوتا ہے نہ کہ جب آپ واپس پلٹ جائیں۔
شیخ الاسلام کے کلام سے یہ بات واضح ہوئی کہ دعائیں پانچ نمازوں میں مانگی جائیں گی لیکن اگر کبھی کسی بناء پر نماز کے بعد مانگ لی جائے تو بھی اس کو سنت کے خلاف نہیں سمجھا جائے گا مگر اس پر ہمیشگی اختیار کرنا یہ سنت کے خلاف ہے شیخ الاسلام کا کلام ابن قیم کے کلام کی بھی وضاحت کر رہا ہے اور اس اشکال کو دور کر رہا ہے جو احکام کو سمجھنے میں لوگوں کے دماغ میں آئے تھے اور وہ ان احکام سے استدلال کرتے تھے جو خاص مواقع سے تعلق رکھتے تھے اور انہوں نے ان کو دیگر مواقع پر منطبق کر دیا کیونکہ جو کام نبی علیہ السلام و صحابہ اور آئمہ سے ثابت نہیں اس کا کرنا غیر درست ہے۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ ایک انسان کسی خاص بناء پر کبھی دعا کرتا ہے یعنی نماز کے بعد تو کیا ہاتھ اٹھائے گا یا نہیں تو صحیح بات تو یہ ہے کہ نہیں اٹھائے گا کیونکہ جتنی بھی احادیث دعاؤں کے سلسلہ میں وارد ہیں خواہ وہ دعائیں نماز کے دوران ہوں تشہد میں ہوں یا نماز کے بعد ان میں کہیں ہاتھ اٹھانے کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی صحابہ سے ثابت ہے شیخ الاسلام نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ عام دعائیں جو قبل سلام منقول ہیں تو ان میں جائز نہیں کہ آپ ایسی چیز مشروع قرار دیں جو سنت متواترہ کے خلاف ہو کسی مجمل لفظ کی وجہ سے یا اس ضعیف یا جھوٹی روایت کی وجہ سے جس کے الفاظ اگرچہ صریح ہی کیوں نہ ہوں۔

جلسہ استراحت کے بارے میں ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے زاد المعاد میں فرمایا ہے کہ فصل ہے اس بارے میں کہ پھر نبی علیہ السلام اٹھتے قدموں کے اگلے حصے اور گھٹنوں کے سہارے۔ جیسا کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں اٹھتے تھے حتیٰ کہ برابر ہو کر بیٹھ جاتے اور اسی کو جلسہ استراحت کہا جاتا ہے۔

فقہاء نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ آیا کہ یہ نماز کے سنن میں شامل ہے یا نہیں یا صرف نبی علیہ السلام ضرورت کی بناء پر ایسا کرتے تھے امام احمد کے دو قول ہیں۔ خلال کہتے ہیں کہ: امام احمد نے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف رجوع کر لیا تھا اور کہا کہ اخبرنی یوسف بن موسیٰ ان ابا امامۃ عن النہوض: ابو امامہ سے اٹھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ قدموں کے اگلے حصے پر اٹھتے تھے۔ ابن عجلان کی حدیث میں ہے کہ آپ اپنے قدموں کے اگلے حصے پر اٹھتے تھے جبکہ بہت سارے صحابہ سے روایت ہے مگر

انہوں نے یہ جلسہ بیان نہیں کیا۔ یہ صرف ابو حمید ،مالک بن حویرث کی روایت میں مذکور ہے اگر یہ آپ ﷺ کا طریقہ ہوتا اور ہمیشہ کرتے تو آپ کی نماز بیان کرنے والا ہر شخص بیان کرتا خالی چند لوگوں کا بیان کرنا اور آپ کا صرف خود عمل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ سنن نماز میں شامل نہیں ہے الا اگر کوئی ایسی دلیل ہوتی جس سے یہ پتہ چلتا کہ یہ سنت ہے تو اس کی اقتداء ضرور کی جاتی لیکن جب یہ چیز سامنے آتی ہے کہ آپ ﷺ نے یہ صرف ضرورت کے تحت کیا تھا اس سے پتہ چلا یہ سنت نہیں ہے اور اس مسئلہ میں یہی بنیادی تحقیق ہے۔

اور فرمایا کتاب الصلوٰۃ میں اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے یہ کیا تھا لیکن سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کیا نماز کی سنت کے طور پر کیا تھا یا ضرورت کے تحت کہ جب آپ کا جسم بھاری ہو گیا تھا۔ دوسری بات دو وجوہات کی بناء پر واضح ہے:

پہلی وجہ اس سے س میں وائل بن حجر کی روایت میں تطبیق کی صورت میں نکلتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے قدموں کے اگلے حصے پر اٹھتے تھے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے افعال کا مشاہدہ کرنے میں اور آپ ﷺ کی نماز کی کیفیت کو واضح کرنے میں بڑے شوق کا کا مظاہرہ کرتے تھے وہ بھی اگلے قدموں کے اگلے حصوں پر کھڑے ہوتے تھے۔ پس عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے قدموں کے اگلے حصے پر کھڑے ہوتے تھے اور بیٹھتے نہیں تھے چنانچہ آپ (رحمک اللہ) ان کے قول پر غور کرو آپ کی نماز کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد نے بیان کیا ہے جس نے بھی آپ کی نماز کی کیفیت بیان کی ہے اس نے یہ جلسہ بیان نہیں کیا یہ صرف ابو حمید اور مالک بن حویرث رضی اللہ عنہما کی حدیث میں بیان ہوا ہے اگر یہ نبی علیہ السلام کا طریقہ ہوتا تو آپ ﷺ اس کو ہمیشہ کرتے اور آپ ﷺ کی نماز بیان کرنے والا ہر شخص اس کا تذکرہ ضرور کرتا خالی آپ کا ایسا عمل جس کو صرف دو افراد نے بیان کیا ہو اور آپ نے اس کا حکم بھی نہ دیا ہو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عمل نماز کا حصہ نہیں تھا اور جیسا کہ کتاب الصلوٰۃ میں یہ مذکور ہے کہ نبی علیہ السلام کا یہ عمل ایک ضرورت کے تحت تھا اور وہ ضرورت یہ تھی کہ آپ کا جسم بھاری ہو گیا تھا اور آپ ﷺ عمر رسیدہ ہونے پر یہ کرتے تھے۔ اور سب سے واضح وجہ یہ ہے اس بات کا اعتبار کرنے پر دونوں حدیثوں یعنی ابوہریرہ اور وائل بن حجر رضی اللہ عنہما کی روایات میں تطبیق دینے کی ضرورت نہیں جب آپ یہ سمجھ چکے ہیں کہ آپ ﷺ یہ عمل ضرورت کے تحت کرتے تھے تو اس کے انکار کی کوئی ضرورت نہیں ہے لہٰذا جو یہ عمل کرتا ہے تو وہ بھی سنت کا عامل ہے اور جو یہ کرتا ہے گویا وہ ایک مشروع سنت پر عمل کرتا ہے جس کی بنیاد ایک

ضرورت ہے جو لوگ اس کے ترک کو قوی سمجھتے ہیں اور اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تو ان کے لئے مسنون عمل یہ ہے کہ وہ اپنے اگلے قدموں کے اگلے حصے پر کھڑے ہوں اور جلسہ استراحت کے لئے نہ بیٹھیں۔

نماز عیدین کے بعد قبرستانوں میں قبر کی زیارت کرنا

معترض نے ایک فصل زیارت القبور کے بارے میں بیان کی ہے اور اس میں انہوں نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ برحق ہے اس میں کوئی شک وشبہ کی کوئی بات نہیں ہے لیکن ہم تک جو بات پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ لوگ جب نماز عیدین سے فارغ ہوتے ہیں تو قبرستانوں کا رخ کرلیتے ہیں اور قبر والوں کی زیارت کرتے ہیں۔ بعض بھائیوں نے اس سے انہیں منع کیا اور انہوں نے ان کے اس عمل کو زیارت قبور والی روایت کے منافی قرار دیا ہے اگر ان منع کرنے والوں کی نیت یہ ہے کہ لوگوں کو اتباع سنت کی رغبت دلائی جائے اور لوگوں کی آراء کو ترک کرنے کا جذبہ پیدا کیا جائے اور وہ لوگوں سے اس عمل پر نبی علیہ السلام کا عمل یا حکم بطور دلیل طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے لئے کوئی صحیح، حسن یا ضعیف روایت ہی پیش کردو تو ہم مان لیں گے لیکن اگر اس بارے میں کوئی دلیل نہیں ہے سوائے ان روایات کے جن سے عمومی زیارت قبور کا مستحب ہونا سمجھ میں آتا ہے تو ہم کیسے مان سکتے ہیں لہٰذا ان کا یہ کہنا برحق ہے کیونکہ نبی علیہ السلام یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ نماز عیدین کے بعد قبرستان جاتے ان کو سلام کرتے اور ان کے لئے دعا کرتے تھے اگر وہ یہ ثابت کردیں تو بہتر ورنہ زیارت قبور کی وعمومی روایات سے استدلال کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی قرآن مجید کی اس آیت ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾ "کہہ دیجئے کون ہے جو اللہ کی بنائی ہوئی زینت کی چیزوں کو حرام قرار دے"۔ سے استدلال کرکے مرد کے لئے سونے، حریر اور دیگر حرام اشیاء کے استعمال کو جائز قرار دے دے۔ لہٰذا عیدین کے بعد اس کی تخصیص دلیل کی محتاج ہے اگر کوئی اس کی دلیل ہوتی تو اس کو ضرور کوئی بیان کردیتا۔ مگر جب کسی نے بیان نہیں کی تو اس پر دال ہے کہ اس کا ثبوت نہیں ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل کو نقل کرنے میں بڑی سبقت کا مظاہرہ کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے اسلام میں زیارت قبور سے منع کردیا تھا مگر جب اسلام لوگوں میں جاگزیں ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت کی اجازت دیدی چنانچہ ارشاد ہے: ﴿انی کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزروها ولا تقولوا هجرا﴾ "میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کردیا تھا اب زیارت کرلیا کرو"۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں ﴿فزروها فانها تزهد فی الدنیا، وتذکر الآخرة﴾ "زیارت کیا کرو اس لئے کہ اس سے تم میں زہد پیدا ہوگا اور آخرت کی یاد پیدا ہوگی"۔ جب یہ ثابت ہوگیا تو اس کو کسی خاص دن کے ساتھ خاص کرنا جبکہ سنت اور شرع اس کی دلیل بھی نہیں ہے تو یہ عمل بدعت اور اسلام میں نیا کہلائے گا۔ واللہ اعلم۔

وصلی اللہ علی محمد وعلی آلہ وصحبہ تسلیما کثیراً الی یوم الدین



اخوانکم فی الاسلام:

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

Website: http://muwahideen.co.nr/

Email: salafi.man@live.com